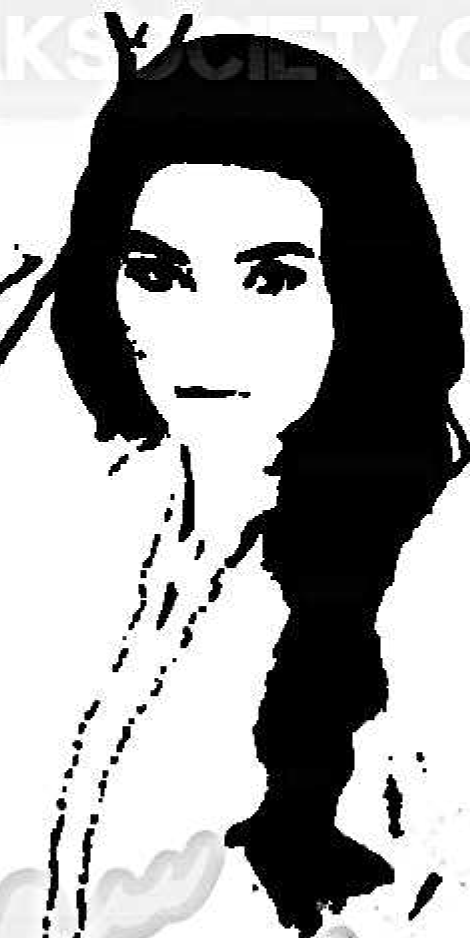


ٹوٹا ہوا تارا

سمیرا شریف طور



قسط نمبر 31

تیری خوشبو نہیں ملتی تیرا لہجہ نہیں ملتا
ہمیں تو شہر میں کوئی تیرے جیسا نہیں ملتا
زمانے کو قرینے سے وہ اپنے ساتھ رکھتا ہے
مگر میرے لیے اس کو کوئی لمحہ نہیں ملتا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

انا کے رشتے سے انکار پر وقار بذات خود انا سے بات کرتے ہیں لیکن وہ انہیں مطمئن کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ ولید کے پوچھنے پر بھی اس کے رویے میں وہی اجنبیت اور سرد مہری نظر آتی ہے جبکہ ولید اس کے حال پر چھوڑ کر پلٹ جاتا ہے چیک اپ کے لیے وہ صبوحی اور ولید کے ہمراہ جس اسپتال جاتی ہے وہیں بابا صاحب بھی زیر علاج ہوتے ہیں تب ہی اس کی ملاقات شہوار سے ہوتی ہے شہوار اپنی دوست کے بدلتے رویے کو جاننے کی خاطر اسے اپنے گھر لے آتی ہے۔ انا اس کی ہمدردی پا کر سب بتا دینا چاہتی ہے لیکن حماد کی آمد کے سبب وہ خاموش ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف حماد اسے تنہا پا کر محبت کا اظہار کر بیٹھتا ہے۔ جبکہ انا یہ سن کر ساکت رہ جاتی ہے۔ اسی دوران ولید اور روشی اسے لینے پہنچ جاتے ہیں جبکہ ولید اسے حماد کے ہمراہ دیکھ کر خائف ہو جاتا ہے۔ عباس اور مصطفیٰ کی زیر حراست عادلہ اپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہو جاتی ہے۔ مصطفیٰ کی زبانی ایاز کی گرفتاری اور تھانے میں کچھ وقت گزار کر اس کا سارا غرور جھاگ کی مانند بیٹھ جاتا ہے۔ ایسے میں عباس رابعہ سے رابطہ کر کے اسے آفس آنے کا کہتا ہے لیکن وہ اپنی شادی کا ذکر کرتے صاف انکار کر دیتی ہے ہادیہ ابوبکر سے ملنے کی خواہش مند ہوتی ہے دوسری طرف ابوبکر بھی اچانک گھر پہنچ کر رابعہ سے ملنے آتا ہے لیکن ہادیہ کی آواز اسے ماضی کی یادوں میں دھکیل دیتی ہے اور وہ پلٹ جاتا ہے۔ کاشفہ کے دھمکی آمیز میسج کے آگے ہار مانتے انا حماد کے نمبر پر رابطہ کرتی اس سے ملنے کی درخواست کرتی ہے اور اپنا پروپوزل پیش کرتی ہے۔ حماد کے لیے انا کی ملاقات اور پھر واضح لفظوں میں اقرار باعث حیرت ہوتا ہے لیکن وہ اپنے اور ولید کے رشتے کو بڑوں کا طے کردہ فیصلہ کہہ کر ٹال دیتی ہے دوسری طرف حماد جلد اپنے گھر والوں کو اس کی طرف بھیجنے کا وعدہ کر لیتا ہے۔ بابا صاحب اپنے گناہوں اور پچھتاؤں کی آگ میں جلتے مصطفیٰ کے سامنے اعتراف کر لیتے ہیں وہ تابندہ کو تلاش کرنے کا کہہ کر ان سے معافی مانگنا چاہتے ہیں جبکہ تابندہ کا کچھ پتا نہیں چل پاتا۔ چوہدری حیات علی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد اور نہایت فرمانبردار ہیں۔ کم عمری میں شادی کے سبب ان کے تین بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ وہ کام کے سلسلے میں شہر آتے ہیں جب ہی صفدر نامی شخص ان کی گاڑی کی زد میں آ جاتا ہے وہ اس کی مرہم پٹی کرا کر اس کے بتائے ایڈریس پر لے آتے ہیں۔ گھر میں صفدر کی بیٹی اور بیوی ہوتی ہے جب ہی اس حادثے کے بعد ان کی زیب النساء سے پہلی ملاقات ہوتی ہے اور یہ ملاقات ان کی زندگی کا نیا روپ سامنے لاتی ہے۔ انا کے گھر نہ پہنچنے پر ولید اور وقار اس کی تلاش میں نکلتے ہیں اور اسے حماد کے ہمراہ پارک میں دیکھ کر نہایت ذلت محسوس کرتے

ہیں۔ گھر پہنچ کر انا صاف الفاظ میں حماد کے لیے اپنے رشتہ بھیجنے کی بات کرتے ولید کے لیے واضح انکار کی وجہ بھی بتا دیتی ہے۔ جس پر وقار کا ہاتھ انا پر اٹھ جاتا ہے۔ جبکہ یہ سب حقیقت جان کر ضیاء صاحب کی طبیعت بگڑ جاتی ہے اور سب انا کو چھوڑ کر ان کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)



ضیاء ماموں کو اٹیک ہوا تھا' وہ لوگ ان کو فوراً اسپتال لے گئے اور انا بے حس و حرکت اپنے کمرے میں بیٹھی رہ گئی تھی۔ صنراں گھر میں تھی' وہ آتے جاتے اسے تسلی دیتی لیکن اس طرح تسلیاں دینے سے بھلا دل تسلی پا لیتا تو گلہ ہی کیا تھا۔

ضمیر پر ایک اور بوجھ آن گرا تھا' اس نے ولید ضیاء سے ٹوٹ کر محبت کی تھی۔ اس کی محبت میں دیوانگی کی حد تک جذباتی ہو چکی تھی اور اب اس سے دستبردار ہو گئی تھی۔ کاش وہ کسی کو بتا سکتی کہ محبت سے دستبردار ہونا کتنا جان لیوا ہوتا ہے۔ وہ کمرے میں بیٹھی شدت سے رو رہی تھی' اس کا نروس سسٹم متاثر ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ اپنے دل سے محبت کو نوچ کر نکال دے گی۔

''ولید ضیاء سے رشتے سے انکار کرنا۔'' وہ کیسے کسی کو بتاتی کہ اس نے اپنے جسم سے کیسے اپنی جان نکلنے کا اہتمام کیا تھا' وہ محبت سے دستبردار ہو گئی تھی اور اب...... روتے ہوئے اس نے موبائل دیکھا' وہ سائلنٹ پر تھا۔ حماد سے ملنے گئی تھی تو پارک میں اس کی کال ریسیو کرنے کے بعد اس نے موبائل سائلنٹ پر لگا دیا تھا۔ گھر سے روشی کی لاتعداد کالز آئی تھیں اور اس نے ایک کال بھی ریسیو نہ کی تھی' موبائل اب بھی وائبریٹ ہو رہا تھا اس نے اسکرین دیکھی ''کاشفہ کالنگ'' کے الفاظ تھے۔ اس نے لب بھینچ لیے ایک جنون طاری ہونے لگا' جی چاہا کہ موبائل اٹھا کر دیوار پر دے مارے اس نے از حد دیوانگی میں کال پک کی تھی۔

''بولو......''

''تم دو دن سے میری کال کیوں نہیں ریسیو کر رہیں؟'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''تمہیں ولید ضیاء چاہیے' میں نے اس سے منگنی توڑ دی ہے۔ اب میرا کسی بھی ولید ضیاء سے کوئی تعلق' کوئی رشتہ نہیں۔ اللہ کا واسطہ ہے اب میری جان چھوڑ دو' مت کرو مجھے کالز......'' کاشفہ کے جواب میں وہ غصے سے چیخی۔

''ہمارے درمیان صرف رشتہ توڑنے کی بات پر ڈیل نہیں ہوئی تھی' باقی بھی بہت سی باتیں تھیں۔'' دوسری طرف سے بغیر کسی لچک کے کہا گیا۔

''تم ولید ضیاء کو جیسے مرضی حاصل کرو' تمہارا مسئلہ ہے میں نے جو کرنا تھا وہ کر دیا۔'' وہ غم و غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔

''ایسے تو نہیں چھوڑوں گی تمہیں' جب تک تم میرا مکمل کام نہیں کر لیتیں' اگر تم نے مجھے دھوکہ دیا تو تم جانتی ہو میں کیا کر سکتی ہوں۔'' دوسری طرف سے کاشفہ نے کہا تو انا ساکت ہوئی اور بے دم ہو کر زمین پر بیٹھ گئی تھی۔

''میرے پاس وقت نہیں ہے' جو بھی کرنا ہے جلدی کرو اور ہاں اب اگر تم نے میری کال اگنور کی تو میں سیدھی تمہارے گھر پہنچ جاؤں گی۔'' کاشفہ تختی سے کہہ کر کال بند کر چکی تھی۔

انا روتے ہوئے گھٹنوں میں منہ چھپا گئی تھی' کچھ دیر بعد گھٹنوں سے سر اٹھایا' موبائل مٹھی میں بھینچا ہوا تھا۔

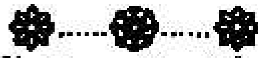
اس نے روشی کا نمبر نکالا۔

''ہیلو......'' تھوڑی دیر بعد کال ریسیو کرلی گئی تھی' روشی کی آواز سنائی دی۔

''ماموں کیسے ہیں اب؟''

''ٹھیک ہیں' خطرے والی کوئی بات نہیں۔ ہم گھر آرہے ہیں' رستے میں ہیں۔ ولی بھائی اور پھپو اسپتال میں رک گئے ہیں۔'' اس کے ایک سوال پر اس نے بہت سنجیدگی سے تمام صورت حال بتائی اور مزید کچھ بھی کہے بغیر کال کاٹ دی۔

اس سے پہلے اس نے جتنی بھی کال کی تھیں روشی نے ایک بھی ریسیو نہ کی تھی' ماموں کی خیریت کا سن کر وہ پھر رو دی۔ ان کو کچھ ہو جاتا تو شاید وہ زندگی بھر خود کو بھی معاف نہ کرتی۔ وہ موبائل بستر پر پھینک کر واش روم میں گھس گئی۔ اس نے سوچا تھا کہ ماموں ٹھیک ہوگئے تو وہ نوافل ادا کرے گی' وہ وضو کر کے جائے نماز بچھا کر کھڑی ہوگئی تھی۔



آج رات بابا صاحب کے پاس عباس بھائی رک گئے تھے' مصطفیٰ گھر پر ہی تھا۔ وہ لیٹ آفس سے آیا تھا' کچھ فائلز اس کے پاس تھیں۔ وہ کھانا کھانے کے بعد اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔

شہوار کے پاس کرنے کو سو کام تھے' ابھی تک دونوں پھوپیاں اور دیگر رشتہ دار موجود تھے۔ صبا اور عائشہ بھی یہیں تھیں۔ دو تین دن سے رات گئے تک گفتگو کا سلسلہ چل رہا تھا۔ شاہ زیب صاحب سارا دن کی بھاگ دوڑ سے تھک چکے تھے وہ تو کمرے میں سونے جا چکے تھے باقی سبھی لاؤنج میں ہی براجمان تھے۔ کچن کا سارا کام مکمل کر کے شہوار بھی وہیں آگئی تھی۔

''مصطفیٰ بھائی کچھ زیادہ بزی نہیں ہو گئے۔'' عائشہ کو مصطفیٰ کی غیر موجودگی فوراً محسوس ہوئی تو کہا۔

''کوئی فائل ہے جس پر وہ کام کر رہے ہیں۔ کہہ رہے تھے کہ کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔ میرے سوالات سے تنگ آ کر مجھے بھی کمرے سے نکال دیا۔'' شہوار جو اس بات پر خفا تھی' سو خفگی سے کہا تو عائشہ ہنس دی۔

''میں بلا کر لاتی ہوں' ایسی بھی کیا جاب کی مصروفیات کہ بندہ بہن بھائیوں سے بھی ملنے سے جائے۔'' عائشہ بولتی ہوئی اٹھ گئی۔ عاصمہ اور دریہ آپس میں باہر کا کلچر ڈسکس کر رہی تھیں۔ ماں جی اور دونوں پھپو کسی خاندانی مسئلے کو چھیڑ ہوئے تھیں جبکہ لائبہ صبا اور عائشہ اپنے اپنے شوہر کے قصے لے کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ مرد حضرات کی اپنی باتیں تھیں' ایسے میں شہوار کو مصطفیٰ کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی' کچھ دیر بعد عائشہ زبردستی مصطفیٰ کا ہاتھ پکڑے کھینچ کر لے ہی آئی تھی۔

''لو شہوار! تمہارے مجرم کو میں نے تمہارے سامنے لا کر پیش کر دیا ہے اب تم جلدی سے سزا سناؤ۔'' سبھی ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ شہوار جھینپی' جبکہ ماسوائے دریہ کے باقی سب ہنس دیئے تھے۔

شادی کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ وہ دونوں یوں سب کے درمیان موجود تھے۔

''کیسی سزا کیا کیا ہے میں نے؟'' مصطفیٰ نے عائشہ کو گھورا۔

''بقول آپ کی بیگم کے آپ ان کو بالکل بھی ٹائم نہیں دیتے' سارا سارا دن آفس فائلز اور دوسرے کام۔'' عائشہ نے شرارت سے دونوں کو دیکھتے کہا تو شہوار نے گھورا۔

اس نے تو کسی اور معنوں میں اسے یہ بتایا تھا' کیا پتا تھا کہ وہ یہ سب کے سامنے کہہ دے گی۔

بھلا کوئی رسالت کا قدر دان نہیں ہے؟

کفار نے چھاپے ہیں میرے نبی ﷺ کے خاکے
بھلا کوئی رسالت کا قدر دان نہیں ہے؟
پھر سے اس ظالم کو ہوئی کیسے یہ جرأت
کیوں بنایا اسے عبرت کا نشان نہیں ہے
پوچھتے ہو میرے آقا ﷺ کی عظمت کیا ہے
کیا تم میں پڑھا کسی نے قرآن نہیں ہے؟
وہ خیر البشر اللہ کے محبوب پیارے
کیا میرا نبی ﷺ رحمت جہان نہیں ہے
وہ محمد ﷺ وہ احمد وہ قوموں کا ہادی
کوئی یاد تمہیں ان کا احسان نہیں ہے؟
وہ کامل وہ اکمل وہ رحیم وہ عادل
کچھ تو بولو منہ میں تمہارے زبان نہیں ہے
کوئی تو ہو جو آنکھیں دکھا کر پوچھے
کیا کوئی عقل مند حکمران نہیں ہے؟
تاج فہم اسلام گر ہم میں آجائے
پھر دیکھنا کیسے بھاگتا شیطان نہیں ہے

نورین لطیف.....ٹوبہ ٹیک سنگھ

"میں نے ایسا کب کہا ہے؟" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تو اس نے جواباً عائشہ کو دیکھا۔

"یہ کیا سن رہی ہوں مصطفیٰ تم شہوار کو ٹائم نہیں دیتے؟" ماں جی بھی فوراً چہیتی بہو کے حق میں ایک دم سنجیدہ ہوگئی تھیں۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ماں جی! بابا صاحب کی وجہ سے کچھ زیادہ بزی ہوگیا ہوں اوپر سے آفس کے جھنجٹ، گھر پر جتنا وقت ملے گا اب اتنا ہی گزار سکتا ہوں۔" وہ سجاد کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"پھر بھی گھر پر توجہ دیا کرو، آفس کے کام آفس تک ہی رکھو۔ نئی نئی شادی ہے تمہاری، گھومو پھرو تم تو شہوار کو لے کر کہیں گئے بھی نہیں۔" ماں جی نے سنجیدگی سے ٹوکا۔

"آپ کے سامنے ہی ہے سب کچھ ماں جی! فارغ کب ہوتا ہوں میں۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہمارے ہاں بھی دعوت پر نہیں آئے آپ، کئی کالز کی تھیں میں نے مجال ہے جو ایک بھی سنی ہو۔" صبا کو بھی فوراً اپنا شکوہ یاد آیا۔ مصطفیٰ نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ایک دو کیسز ہیں وہ دیکھ لوں پھر کچھ فارغ ہوا تو ان شاء اللہ سب کے گلے شکوے دور کردوں گا۔" شہوار کی طرف دیکھ کر اس نے کہا تو وہ مسکرادی۔

"بابا صاحب تو اب بہتر ہیں ان شاء اللہ ایک دو دن میں گھر بھی آجائیں گے۔ مصطفیٰ کا ولیمہ بھی نیٹ ہوتا

جارہا ہے۔ میں سوچ رہی ہوں‘ بابا صاحب کی طبیعت سنبھلتی ہے تو یہ نیک فریضہ بھی سرانجام دے دیتے ہیں۔“ مہرالنساء زینب پھپھو سے مخاطب ہوئیں۔

”تو اور کیا سب ہی لوگ کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ مصطفیٰ کا ولیمہ کب ہوگا؟“ لائبہ بھابی نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ ”ہم تو بڑی دھوم دھام سے ولیمہ کریں گے۔“ مصطفیٰ محض مسکرادیا۔

”میرے یہ جو چند کام ہیں وہ نبٹ جائیں تو پھر رکھ لیجیے گا کوئی تاریخ‘ لیکن ابھی میں بہت بزی ہوں۔ ابھی کچھ بھی فائنل نہ کیجیے گا۔“

”کام کا بہانہ تو مت بناؤ‘ آج یہ کیس نبٹا تو اگلے دن کوئی نیا ل جائے گا۔ تمہارے بابا کے ساتھ ساری عمر گزاری ہے لیکن فرصت کبھی نہ ملی ان کو۔ وہ تو اللہ اللہ کرکے انہوں نے وقت سے پہلے ریٹائرمنٹ لی اور بزنس شروع کیا تو گھر والوں کے لیے اب کچھ وقت نکال لیتے ہیں۔“ مصطفیٰ مسکرادیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ماں جی کو یہ پروفیشن بالکل بھی پسند نہیں۔

”چلیں کوشش کروں گا لیکن ابھی بالکل بھی فری نہیں ہوں۔“ وہ ماں جی سے کہہ کر سجاد اور حماد کے ساتھ باتوں میں شریک ہوگیا۔ کچھ دیر بعد امجد خان کی کال آگئی تو وہ اٹھ کر آ گیا تھا‘ شہوار کمرے میں آئی تو مصطفیٰ الماری کھولے کھڑا تھا۔ وہ کچھ فائلز نکال کر دیکھ رہا تھا۔

”ادھر میں نے ایک گرین والی فائل رکھی تھی؟“ مصطفیٰ نے اسے دیکھتے ہی پوچھا‘ وہ چڑ گئی۔

”ہروقت فائلز‘ آفس کالز بھاگ دوڑ کوئی اور کام نہیں آپ کو۔“ مصطفیٰ نے اسے دیکھا‘ وہ ناگواری سے فائلز کو دیکھ رہی تھی جو اس نے ہاتھ میں تھام رکھی تھی۔

”یہ سب میرے کام کا لازمی حصہ ہے ان سب سے تو تمہیں سمجھوتہ کرنا ہوگا۔“

”بشرطیکہ یہ کام صرف آفس تک ہی محدود رہیں تو۔“ شہوار نے ناراضگی سے کہا تو وہ مسکرایا۔

”لیکن اس وقت مجھے گرین فائل کی اشد ضرورت ہے وہ مل نہیں رہی۔“ مصطفیٰ نے کہا تو شہوار نے قریب آکر خود الماری کا پٹ وا کرکے دیکھا تو فائل وہاں نہیں تھی۔ اسے یاد تھا کہ اس نے خود الماری کی صفائی کرکے ساری فائلز ایک جگہ رکھی تھیں۔ پھر لاکر دیکھا‘ لاکر میں فائل موجود تھی شاید مصطفیٰ یا پھر اس نے خود ہی یہاں رکھ دی تھی‘ اس نے فائل نکال کر مصطفیٰ کو تھمائی۔

”یہ لیں۔“

”شکر ہے مل گئی‘ امجد خان نے یہ سارا کیس اور اس سے متعلقہ معلومات اکٹھی کی تھیں‘ اب مجھے اس فائل کی ضرورت تھی۔“ وہ فائل لے کر دوسری فائلز واپس الماری میں رکھنے لگا۔ شہوار سنجیدگی سے مصطفیٰ کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

”کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے آپ کی یہ جاب میری سوتن ہے۔“ شہوار کا انداز بے پناہ خفگی لیے ہوئے تھا۔ مصطفیٰ نے پلٹ کر دیکھا وہ بستر کی چادر درست کررہی تھی۔ مصطفیٰ بے اختیار مسکرادیا‘ وہ آج کل بے پناہ مصروفیت کے سبب شہوار تو کیا کسی کو بھی ٹائم نہیں دے پارہا تھا۔ مصطفیٰ نے ایک نظر ہاتھ میں تھامی فائل کو دیکھا اور پھر ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہوکر بالوں سے کیچر اتارتی شہوار کو اور پھر مصطفیٰ شہوار کی طرف چلتا۔

”بڑی شکایتیں لگا رکھی ہیں تم نے میری ماں جی اور عائشہ سے۔“ وہ برش لے کر بالوں میں پھیرنے لگی تھی مصطفیٰ نے کندھوں سے تھامے مسکرا کر پوچھا۔

رشک وفا

السلام علیکم! قارئین کیا حال ہے؟ یقیناً ٹھیک ہوں گے اب آتی ہوں اپنے تعارف کی طرف تو جناب میرا نام (سوری) میرا تخلص رشک وفا ہے۔ گجرات کے ایک گاؤں برنالی سے تعلق ہے بائیس جولائی بروز جمعۃ المبارک کی ایک تپتی دوپہر میں اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی۔ چار بہن بھائی ہیں اور میں سب سے چھوٹی ہوں اس لیے لاڈلی بھی ہوں۔ بڑے بھائی وقاص کی تو سب سے زیادہ لاڈلی ہوں۔ کھانے میں بریانی اور چکن کی ہر چیز اچھی لگتی ہے۔ کلرز میں بلیک اینڈ وائٹ موسٹ فیورٹ ہے اینڈ بیسٹ فرینڈز بہت سی ہیں کچھ کے نام یہ ہیں فوزیہ اقراء آنسہ مقدس بھابی رضوانہ فوزیہ شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ لباس میں گھیر دار فراک اور چوڑی دار پاجامہ موسٹ فیورٹ ہیں۔ ایکٹرز میں شاہ رخ خان فیصل قریشی اور سنگرز میں عاطف اسلم راحت فتح علی خان اور ثریا گھوشال موسٹ فیورٹ ہیں۔ غزلیں سننا اور لکھنا اچھا لگتا ہے۔ آخر میں اپنی پیاری آپی سحرش کو سلام اور بہت بہت پیار اپنی ڈیئرسٹ ہادیہ کو ڈھیر سارا پیار اور ارمان جانی دنیا میں ویلکم او کے رب دا کھا ٹیک کیئر۔

''میں نے کوئی شکایت نہیں لگائی۔'' اس نے چڑ کر کہا۔

''ہاں ماں جی اور عائشہ کو تو میں نے بتایا ہوگا کہ میں تمہیں ٹائم نہیں دے رہا۔'' شہوار نے آئینے میں دیکھا مصطفیٰ اسے دیکھتے مسکرا رہا تھا۔

''عائشہ آپ کی روٹین پوچھ رہی تھی میں نے تو عام انداز میں ہی بتایا تھا اب ان دونوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ مجھے ٹائم نہیں دے رہے تو اس میں غلط کیا ہے؟''

''اُف یہ شکوے......؟'' مصطفیٰ نے ہنس کر اس کے ہاتھ سے برش لے کر واپس ڈریسنگ پر رکھا اور پھر گہری سانس لے کر کہا۔

''چلو آج سب فائلز ایک طرف رکھ کر تمہارے سب شکوے دور کر دیتا ہوں۔'' مسکرا کر شرارت سے کہا تو وہ جھینپ گئی۔

''رہنے دیں خوامخواہ آپ کا حرج ہوگا۔'' اس نے پہلو بچانا چاہا تو مصطفیٰ نے گھورا۔

''دیکھ لو میں تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فوراً تمہاری خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں اب تم خود ہی پہلو بچا رہی ہو۔'' مصطفیٰ نے دونوں کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کرتے مسکرا کر کہا تو وہ ہنس دی۔ بڑی دلکش معطر جھلملاتی سی ہنسی تھی۔

''ذرہ نوازی ہے آپ کی۔'' مصطفیٰ کو دیکھتے اس نے شرارت سے کہا تو مصطفیٰ نے بے اختیار اسے اپنے اور بھی قریب کرلیا۔

''اور کیا کیا شکوے ہیں وہ بھی کہہ دو۔'' شہوار کے بالوں کو انگلیوں سے چھیڑتے اس نے کہا تو وہ شرمائی۔

''کہا تو ہے ایسی کوئی بات نہیں۔'' مصطفیٰ نے مسکرا کر دیکھا۔

''مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں لیکن جب آپ اس طرح گھر کو بھی آفس بنا لیتے ہیں تو الجھن ہوتی ہے۔''

''ان چند دنوں میں، میں کچھ زیادہ ہی بزی ہوگیا ہوں شاید خیر کوشش کروں گا کہ آئندہ گھر اور آفس کی روٹین کا خیال رکھوں۔'' وہ مسکرا دی۔

مصطفیٰ سے قدرے پرے ہٹ کر دوبارہ برش اٹھا کر بالوں میں پھیرنے لگی تھی۔

''اچھا آپ سے ایک بات کرنی ہے۔'' شہوار نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو واپس پلٹتا مصطفیٰ رک گیا۔

''ہاں ہو۔''

''یہ دریہ واپس کب جائے گی؟'' اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا لیکن لہجے میں کچھ ایسی بے زاری تھی کہ مصطفیٰ ٹھٹک گیا۔

''کیوں خیریت؟''

''کافی عرصہ ہوگیا ہے اسے یہاں آئے ہوئے' جس مقصد کے لیے وہ یہاں آئی ہے وہ تو ہوتا نظر نہیں آ رہا پھر وہ یہاں کیوں رکی ہوئی ہے؟'' مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا اور پلٹ کر بستر پر جا بیٹھا۔

''اب اس کی مرضی' وہ کچھ عرصہ مزید رکنا چاہتی ہے' زبردستی تو کوئی نہیں کرسکتا نا۔'' مصطفیٰ کا انداز سرسری سا تھا۔ شہوار نے برش رکھ کر بالوں کو دوبارہ کیچر میں جکڑ لیا۔

''لیکن اس طرح اس کے یہاں رہنے کی بھی تو کوئی وجہ نہیں ہے نا۔'' شہوار کے لہجے میں ناگواری تھی' مصطفیٰ چونکا۔

''کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے' پھر کچھ کہا ہے اس نے؟'' مصطفیٰ دریہ کا شہوار سے متعلق رویہ اچھی طرح دیکھ چکا تھا اس لیے فوراً متوجہ ہوا تھا۔ شہوار سنجیدگی سے چلتے بستر پر آ بیٹھی تھی۔

''اس کا میرے ساتھ رویہ بہت خراب ہوتا ہے' ہر وقت کوئی نہ کوئی طنز' خاندان کو لے کر بحث کرنا' آتے جاتے جملے کسنا' میں اب تک برداشت کررہی تھی لیکن اب اس نے جو روٹین اپنائی ہے وہ برداشت نہیں ہورہی مجھ سے۔''

''تم نے پہلے کیوں نہیں ذکر کیا' میں سمجھا تھا کہ میرے ایک بار کے خبردار کرنے اور اچھی طرح سمجھا دینے کے بعد اسے عقل آ گئی ہوگی۔'' مصطفیٰ واقعی حیران ہوا تھا۔

''میں اپنی وجہ سے کوئی بدمزگی نہیں چاہتی' آپ نے شاید نوٹ کیا ہو یا نہیں لیکن دریہ آپ کو لے کر میرے ساتھ بہت غلط برتاؤ کرجاتی ہے اور جان بوجھ کر ایسی حرکتیں کرتی ہے کہ مجبوراً مجھے خاموش ہوجانا پڑتا ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفیٰ پرسوچ انداز میں سر ہلا گیا۔

''میں ماں جی سے ذکر کروں گا وہ اسے سمجھائیں گی تم ٹینشن نہ لو۔'' مصطفیٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر نرمی سے کہا تو وہ مسکرائی۔

وہ تو اس دن سے ہی دریہ کی گاڑی میں مصطفیٰ کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ جانے والی حرکت سے پریشان ہوگئی تھی۔ وہ مصطفیٰ سے فوراً بات کرنا چاہتی تھی لیکن مصطفیٰ فری ہی نہ تھا اب موقع ملا تو اس نے فوراً یہ موضوع چھیڑ دیا تھا۔

''اور مجھے آپ کا دریہ کو امپورٹنس دینا بھی اچھا نہیں لگتا۔'' اس نے صاف لفظوں میں دل کی بات کی تو مصطفیٰ ایک دم حیران ہوا اس نے سنجیدگی سے شہوار کو دیکھا وہ سنجیدہ تھی۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''گھر میں ڈرائیور ہے اور باقی لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن باہر کہیں بھی آنا جانا ہو فوراً آپ کو کہتی ہے خصوصاً لیٹ نائٹ۔'' شہوار نے کہا تو مصطفیٰ نے گہرا سانس خارج کیا۔

''چھوڑو یار! وہ کزن ہے میری اس کی تمام تر بے وقوفیوں کے باوجود میں اسے ایک دم انکار نہیں کرسکتا۔''

گیا آسمان سے پرندہ

زمین پر چل نہ سکا اور آسمان سے بھی گیا
کٹا کے پر وہ پرندہ اڑنے سے بھی گیا
بھولا دیا تو بھولنے کی انتہا کردی
اب میں اس شخص کے وہم و گماں سے بھی گیا
کسی کے ہاتھ سے نکلا ہوا تیرا ہوں میں
جو ہدف کو چھو نہ سکا اور کمان سے بھی گیا
تباہ کرگئی مجھے پکے مکان کی خواہش
میں اپنے گاؤں کے کچے مکان سے بھی گیا
پرائی آگ میں کودا تو کیا ملا تجھ کو عادی
اسے بچا نہ سکا اور اپنی جان سے بھی گیا

صنعاء سندھو...... حضرت کیلیانوالہ

شہوار نے خفگی سے دیکھا تو مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا۔

''یار وہ کم عقل سی ایرو ڈی بگڑے مزاج کی لڑکی ہے' تم کیوں پریشان ہورہی ہو چلی جائے گی واپس۔ وہ یہاں ٹھہرنے تھوڑی آئی ہے۔ میں بھی اس سے واضح بات کرچکا ہوں اب بار بار ایک ہی بات دہرانا اچھا نہیں لگتا' اگر تم اس کو لے کر جیلس ہورہی ہو تو یہ اور بات ہے۔'' بات کرتے کرتے مصطفیٰ آخر میں کچھ شرارتی ہوا تو شہوار نے گھور کر دیکھا۔

''میں کوئی جیلس ویلس نہیں ہورہی اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی ذاتی پرخاش ہے لیکن جب وہ منہ اٹھائے ہمارے کمرے میں گھسے گی' کہیں بھی آتے جاتے بلاوجہ آپ کو ساتھ گھسیٹے گی تو مجھے اچھا نہیں لگے گا اور مجھ پر بلاوجہ کی تنقید آتے جاتے طنز کرے گی تو میں بھی خاموش نہیں رہوں گی پھر۔'' بے پناہ خفگی سے کہا تو مصطفیٰ زور سے ہنس دیا۔

''میں تو سمجھتا تھا تم خاصی منفرد سی لڑکی ہو لیکن دریہ والے معاملے سے لگ رہا ہے کہ چاہے لڑکی کسی بھی طبقے کی ہو شوہر کے معاملے میں جذبات ایک جیسے ہی ہوتے ہیں۔'' شہوار کی خفگی سے مصطفیٰ نے حظ اٹھاتے ہوئے کہا۔

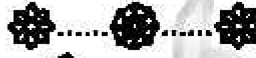
''ویسے تھوڑا مزاج بدل لے اور ہر وقت شو آف رہنے کی بجائے ہم سب میں گھل مل جائے تو دریہ اتنی بری بھی نہیں' چھوٹے موٹے افیئر کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔'' مصطفیٰ نے شرارتی انداز میں کہا تو شہوار ایک دم پیچھے ہٹی۔

''آپ...... آپ......''

''دیکھو بھئی شریعت میں تو چار شادیاں بھی جائز ہیں ویسے میں افورڈ بھی کرسکتا ہوں اب جب کہ وہ خود لفٹ کرواتی ہے تو کیا حرج ہے۔'' مصطفیٰ کے الفاظ پر وہ واقعی سنجیدہ ہوگئی تھی۔

''مصطفیٰ پلیز...... خبردار آپ نے ایسا سوچا بھی تو۔ اگر آپ مذاق میں بھی ایسی کوئی بات کہیں گے تو مجھ سے

بُرا کوئی نہیں ہوگا۔" شہوار نے سنجیدگی سے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔
"سوچنے میں کیا حرج ہے؟"
"پلیز مصطفیٰ۔" اس نے چڑ کر کہا تو مصطفیٰ نے ہنس کر اس کا ہاتھ تھام کر پھر خود سے قریب کرلیا۔
"تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے رعب میں آجاؤں گا۔" شہوار نے خفگی سے دیکھا' مصطفیٰ نے شرارت سے اس کی ناک دبائی۔
"تمہیں کیا لگتا ہے میں کوئی کم عمر بچہ ہوں جو دریہ جیسی لڑکی کی اداؤں سے گھائل ہوجائے گا اور انگلی پکڑ کر وہ جدھر لے چلے گی میں چل دوں گا۔" مصطفیٰ نے مسکرا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تو وہ گہرا سانس لیتے لفی میں سر ہلا گئی۔
"تو پھر پریشان کیوں ہوتی ہو؟ نظر انداز کردیا کرو' جیسے میں اسے کردیتا ہوں ہاں جب بات میرے کنٹرول میں نہ ہوئی تو میں اسے ٹوک دوں گا۔ بی کول یار دریہ جیسی لاکھوں بھی آجائیں تو بھی مجھ جیسے شخص کو اپنی طرف مائل نہیں کرسکتیں۔"
"مجھے اپنی قسمت سے ڈر لگنے لگا ہے' دریہ جب مجھے خاندان اور بے نام ونشان ہونے کے طعنے دیتی ہے تو اتنا غلط بھی تو نہیں کہتی۔" اس کے اندر وہی پرانا احساس کمتری عود کر آیا تھا' مصطفیٰ نے جواباً گھورا۔
"اُف' وہی باتیں یعنی تمہیں مجھ پر اور میری محبت پر کوئی اعتبار نہیں۔" مصطفیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔
"آپ پر اعتبار نہ ہوتا تو ابھی یہ سب آپ سے نہیں کہہ رہی ہوتی۔"
"تو پھر ذہن سے ہر خدشہ مٹا کر خوش رہا کرو' اس دل میں صرف ایک لڑکی کی محبت نے جگہ بنائی ہے اور اس کا نام مسز شہوار مصطفیٰ ہے اور اس کے بعد اس دل کا دروازہ سختی سے بند ہوگیا ہے۔ اب اس دل میں اور کوئی نہیں آسکتا۔" مصطفیٰ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر بڑے اسٹائل میں ڈائیلاگ ادا کیا جبکہ وہ ایک دم ہنس دی۔ جھلملاتی ہنسی مصطفیٰ کو لگا اس کی روح تک سیراب ہوگئی ہو۔ اس نے بہت محبت و نرمی سے شہوار کو اپنی ذات میں سمیٹ لیا۔



ضیاء صاحب کی طبیعت کافی بہتر تھی' ولید کے علاوہ سب ہی گھر پر تھے۔ انا سارا وقت کمرے میں قید رہی تھی۔ احسن اور روشی سمیت سب کو ہی صورت حال کا علم ہوچکا تھا۔ احسن کا بس نہیں چل رہا تھا کہ یا تو انا کا دماغ درست کردے یا پھر اس حماد کو جا دبوچے جس کی وجہ سے یہ سارا کھڑاک پیدا ہوا تھا۔ وہ انا کے کمرے میں آیا تو وہ دیوار سے ٹیک لگائے قالین پر بیٹھی ہوئی تھی' اسے دیکھ کر سیدھی ہوگئی تھی۔ احسن نے دیکھا اس کا چہرہ ستا ہوا اور آنکھیں متورم اور سرخ تھیں۔
"کیوں کررہی ہو تم ایسا؟" احسن نے پوچھا تو اس نے خاموشی سے سر جھکالیا۔
"کیا کمی ہے ولید میں؟" دوسرا سوال کیا۔
"انا...... کچھ دیر بعد وہ چیخا۔ "جواب دو مجھے خاموش کیوں ہو؟" اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مقابل کھڑا کرتے اسے بغور دیکھتے اس نے پھر پوچھا۔ "جواب دو انا! میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔" احسن نے پھر کہا۔
"کیوں کررہی ہو تم ایسا؟" وہ پھر خاموش رہی تھی اس طرح سر جھکائے مہر بہ لب۔
"جانتی ہو کتنا بھروسہ کرتا تھا تم پر میں فخر کیا کرتا تھا تم پر میں سمجھتا تھا کہ میری بہن عام لڑکیوں جیسی نہیں ہے۔

آج تک میں نے تمہاری کوئی بات نہیں ٹالی اور اب ایک دم سے یہ حماد چلا آیا' کیوں؟'' وہ پوچھ رہا تھا' انا سر جھکائے کھڑی تھی۔ احسن نے بڑی بے بسی سے اسے دیکھا۔

''ماموں کی طبیعت مسلسل خراب ہے' مرتے مرتے بچے ہیں وہ' تمہاری اور ولید کی شادی ان کی زندگی کا خواب تھا۔'' احسن نے کہا تو انا کے اندر شدید اذیت نے سر اٹھایا۔

''ہر انسان کو اپنی مرضی سے اپنی زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے' اگر میں نے اپنے دل کی خوشی کی خاطر اپنا حق استعمال کیا ہے تو آپ سب کو میرا ری ایکشن اتنا بُرا کیوں لگ رہا ہے۔ یہ میری زندگی ہے' میں جو چاہے فیصلہ کروں' کسی کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ میرے معاملے میں بولے۔'' اندر کی اذیت کا طوفان ایک دم پھٹا تھا۔ وہ ہیجانی انداز میں بولی تھی' احسن ششدر رہ گیا تھا۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے' جانتی ہو کیا کہہ رہی ہو؟'' اس کے الفاظ پر ایک دم مشتعل ہوتے احسن نے اس کا بازو جھنجوڑا۔

''بہت اچھی طرح۔'' احسن کی گرفت سے اپنا بازو کھینچ کر پیچھے ہٹتے اس نے بے رحمی سے کہا۔ احسن حیرت زدہ رہ گیا تھا اس نے بغور انا کو دیکھا وہ اس کی طرف سے رخ موڑ گئی تھی۔

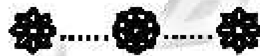
انا بہت بدلی بدلی' بدتمیز اور گستاخ محسوس ہو رہی تھی' احسن کو اس وقت وہ بہت بُری لگ رہی تھی۔

''میں جان سے ماردوں گا اگر اب تم نے ایسا کچھ بھی کہا تو۔'' احسن نے بہت غصے سے کہا تو انا طنزیہ ہنسی۔

''یہ بھی کر کے دیکھ لیں' اگر اس طرح مجھے مار کر آپ لوگوں کو سکون مل جائے تو کر لیں۔'' احسن حیرت سے گنگ رہ گیا' انا واش روم بند ہو گئی تھی۔ احسن نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں...... یہ واقعی ان کی انا نہیں تھی' وہ تو بہت مختلف لڑکی تھی۔ انتہائی بااخلاق اور باکردار۔ احسن نے آج تک اس کے کردار میں ہلکا سا جھول تک نہ دیکھا تھا' وہ تو ہمیشہ اپنے کردار کے معاملے میں بہت پکی رہی تھی پھر ایک دم یہ سب کیسے ہو گیا تھا۔

وہ اس قدر کیونکر بدل گئی تھی اتنی جلدی کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو سکی تھی۔ احسن بے یقینی میں گھرا مسلسل واش روم کے بند دروازے کو گھور رہا تھا۔



سہیل بھائی پاکستان آچکے تھے' شادی کی تیاریوں میں زور و شور سے اضافہ ہو چکا تھا۔ رابعہ آفس نہیں جارہی تھی' ثریا بیگم اس کے آفس چھوڑ دینے پر مطمئن ہو گئی تھیں۔ رابعہ بہت مطمئن تھی' فیس بک پر اپ لوڈ ہونے والی تصاویر والا معاملہ اس کے گھر والوں اور ابوبکر کے علم میں نہیں آیا تھا۔

وہ گھر کی صفائی بھائی کے ساتھ کروا کر فارغ ہوئی تو اس کے موبائل پر کال آنے لگی' آفس سے کال تھی۔ آفس چھوڑ دینے کے بعد کی فارمیلیٹیز مکمل کرتے اور اپنے واجبات کلیئر کروا لینے کے سلسلے میں آفس والوں نے بلوایا تھا' وہ امی کو بتا کر تیار ہو گئی تھی۔

سہیل بھائی گھر پر ہی تھے' ان کے ساتھ وہ آفس آگئی تھی۔ وہ سب سے ملتی ہیلو ہائے کرتے اپنے کیبن کی طرف چلی آئی تھی۔ وہ شادی کے کارڈز بھی ساتھ لائی تھی۔ اس کا کیبن ابھی بھی خالی تھا۔ سہیل بھائی کو وزیٹر روم میں بٹھا کر وہ سر عباس کے روم کی طرف چلی آئی اور دروازے پر ناک کرتے خود کو قدرے ریلیکس کیا۔ وہ بھلے آفس چھوڑ چکی تھی لیکن وہ اذیت ناک واقعہ ایسا تھا کہ وہ چاہ کر بھی اسے بھلا نہ پارہی تھی۔

شگفتہ الطاف

ذیر قارئین اور آنچل اسٹاف کو میرا پیار بھرا سلام قبول ہو! یہ سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے کیا دیکھ رہی ہیں یہ میں ہوں شگفتہ الطاف۔ جی تو چلیں آپ سے اپنی ہستی کو متعارف کرواتی ہوں میرا نام تو جیسا کہ آپ جانتے ہی ہیں میں 10 اپریل 1999ء کو اس جہانِ فانی میں تشریف لا کر اس کی رنگینیوں میں اضافے کا باعث بنی۔ پچھلے کئی سالوں سے میں آنچل کی خاموش قاری ہوں اور اب باقاعدہ شرکت کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہوں۔ ہم آٹھ فیملی ممبرز ہیں تین بہنیں اور تین ہی بھائی ہیں اور میرا نمبر چوتھا ہے میٹرک کے امتحانات سے فارغ ہوں اور اب راوی چین ہی چین لکھ رہا ہے۔ سرخ گلاب بہت پسند ہے بارش بھی پسند ہے لیکن کیچڑ سے چڑ ہے۔ سبھی رنگ پسند ہیں لیکن پنک اور اسکائی بلیو فیورٹ ہیں۔ کھانے میں بریانی بہت پسند ہے رائٹرز میں نازی کنول نازی، عشنا کوثر، سمیرا شریف طور، ام مریم، نزہت جبیں ضیاء بہت پسند ہیں۔ بہت زیادہ فرینڈز بناتی ہوں (ارے) آپ ابھی سے بور ہو رہے ہیں ابھی تو میں نے انٹری دی ہے۔ بیسٹ فرینڈز میں شائستہ جمیل، ثریا جمیل اور اقراء کریم بخش شامل ہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اور اس مشکل آزمائش کے دور میں ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ اب اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

''لیس کم ان۔'' سر عباس کی آواز پر وہ اندر داخل ہوئی۔

''السلام علیکم سر!'' فائلز میں مصروف سر عباس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو چونکے۔

''ارے آپ وعلیکم السلام۔'' وہ ایک دم کھڑے ہوگئے تھے وہ ان کی ٹیبل کے پاس پہنچ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

''کیسی ہیں آپ؟'' انہوں نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔

''بیٹھیں نا۔'' وہ آہستگی سے ایک چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

''اور سنائیں کیا ہو رہا ہے آج کل؟'' عباس نے بڑی فرصت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میرے بھائی پاکستان آئے ہوئے ہیں تو بس اسی سلسلے میں مصروف ہیں سب۔''

''زبردست' مبارک ہو۔''

''تھینک یو سر!'' وہ مسکرائی۔ عباس نے اسے دیکھتے گہرا سانس لیا۔

وہ کئی دن بعد دکھائی دی تھی تو دل ونظر ایک دم بے قرار اور بے اختیار سے ہوگئے تھے۔

''مجھے آفس کی طرف سے کال آئی تھی؟'' اس نے کہا تو عباس نے سر ہلایا۔

''آپ نے یوں بالکل اچانک چھوڑ دیا تھا بس اسی سلسلے میں آپ کو کال کرنا پڑی۔ آپ نیچے آفس میں وقار صاحب سے مل لیں میں کہہ چکا ہوں آپ کی پے کلیئر کردیں گے اور جو پچھلے چند ماہ کے الاؤنسز ہیں وہ بھی کلیئر کروالیں۔ اس کے بعد آفس ورک کے سلسلے میں جو فائلز آپ کے پاس تھیں وہ مس ہادیہ کو ہینڈاوور کردیجیے گا۔ ابھی تک نیو اپائنٹمنٹ تو نہیں ہوئی لیکن یہ فائلز بہت ضروری تھیں، اس لیے بھی کال کرنا پڑی۔'' عباس نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔

''کیا لیں گی چائے یا کافی؟'' عباس نے انٹرکام اٹھایا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''اٹس اوکے سر! آپ تکلف مت کریں' میں بس زیادہ دیر نہیں رکوں گی۔''

''تکلف کیسا میں چائے منگواتا ہوں۔'' انہوں نے کہا تو وہ چپ ہوگئی۔ ''اکیلی آئی ہیں کیا؟'' عباس نے

قدرے توقف کے بعد پوچھا۔
''نہیں سہیل بھائی ساتھ ہیں' ان کو وزیٹر روم میں بٹھا کر آئی ہوں۔''
''ارے ان کو یہیں لے آتیں میں بھی مل لیتا ان سے۔''
''کوئی بات نہیں سر!'' رابعہ کا انداز تکلف بھرا تھا۔
''عادلہ نے دوبارہ تو رابطہ نہیں کیا؟'' عباس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
''نہیں۔''
''وہ اب کرے گی بھی نہیں' اس کا بھائی حوالات میں بند ہے آج کل میں جیل منتقل ہونے والا ہے' اس کے باپ کی کنڈیشن بھی قابل گرفت ہے' دھوکہ دہی اور فریب سے حاصل کردہ دولت اسی طرح بعض اوقات انسان کے لیے وبال جان بن جاتی ہے۔ عادلہ کو مصطفیٰ اچھی طرح سمجھا چکا ہے اس کے باوجود وہ پھر کوئی کم عقلی دکھائے گی تو نقصان اٹھائے گی۔'' عباس نے کہا تو رابعہ نے گہرا سانس لیا۔ وہ اندر سے بے شک' مطمئن تھی لیکن دل میں عادلہ کی طرف سے پھر کسی سازش کا خدشہ کلبلا رہا تھا۔
''بہرحال آپ مطمئن رہیں۔ عادلہ اب کچھ بھی نہیں کرے گی' وہ مسلسل مصطفیٰ اور اس کے عملے کی نگرانی میں ہے اور دیگر سرگرمیوں پر کڑی نگاہ ہے' اگر وہ کچھ الٹا سیدھا کرے گی بھی تو فوراً ایکشن لے لیا جائے گا۔'' عباس نے بتایا تو رابعہ نے ایک اطمینان بھری سانس خارج کی۔
''تھینک یو سر!'' وہ واقعی مشکور تھی۔
''اب شکریہ کہہ کر شرمندہ مت کریں' آپ پر یہ ساری آفت میری ذات کے سبب ہی تو تھی۔ عادلہ یہ ساری انتقامی کارروائی میری وجہ سے ہی تو کر رہی تھی اور بدقسمتی سے آپ آلہ کار بن گئیں۔'' عباس نے سنجیدگی سے کہا' تبھی ملازم چائے کی ٹرے لیے چلا آیا تھا۔ ٹرے لا کر اس نے ٹیبل پر رکھی' ملازم چلا گیا تو عباس نے ٹرے اپنے سامنے رکھ لی۔
کپ میں گرم پانی ڈال کر دودھ اور چینی ڈال کر اس نے ٹی پیک ڈالا تھا' کپ رابعہ کی طرف بڑھایا تو وہ مسکرائی۔
''شکریہ سر۔''
''یہ بھی لیں۔'' عباس نے دیگر لوازمات بھی اس کے سامنے کردیے تھے۔ ''آپ کی شادی کی تیاری کہاں تک پہنچی ہیں۔'' اپنے لیے چائے بناتے عباس نے اسے دیکھا' وہ جھینپ سی گئی۔
''ابوبکر گھر ڈیکوریٹ کر رہے ہیں' ہماری طرف سے بھی تیاریاں مکمل ہیں۔ سہیل بھائی بھی آگئے ہیں باقی کام وہ دیکھ رہے ہیں۔''
''ابوبکر بہت اچھا لڑکا ہے' ایک بار ہی ملا ہوں لیکن بہت متاثر ہوا ہوں۔ بہت محنتی اور خوددار انسان ہیں وہ۔'' عباس نے خلوص دل سے کہا' رابعہ کے چہرے پر ایک اطمینان اور فخر کا احساس ابھر رہا تھا۔ ابوبکر واقعی ایک نائس انسان تھا۔
''شادی کے کارڈ چھپ گئے؟''
''جی۔''
''کیوں بھئی ہمیں انوائٹ نہیں کر رہی ہیں؟'' چائے کے سپ لیتے عباس نے پوچھا۔

غزل

معصوم محبت کا بس اتنا فسانہ ہے
کاغذ کی حویلی ہے بارش کا زمانہ ہے
کیا شرط محبت ہے کیا شرط فسانہ ہے
آواز بھی زخمی ہے اور گیت بھی گانا ہے
اس پار اترنے کی امید بہت کم ہے
کشتی بھی پرانی ہے طوفاں کو بھی آنا ہے
معصوم محبت کا بس اتنا فسانہ ہے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب جانا ہے

شگفتہ گل..... بھکر

''آپ آئیں گے؟''

''بالکل اگر آپ انوائٹ کریں گی تو؟'' رابعہ نے اپنا بیگ کھولا تھا' کارڈ تو لائی تھی لیکن سب کو دینے کے باوجود سر عباس کو دینے پر ڈبل مائنڈ ہو رہی تھی۔ کہاں وہ اتنے بڑے آفس کے مالک اور کہاں وہ ایک عام سی لڑکی پتا نہیں وہ آئیں بھی کہ نہیں' اب تک وہ اس کے ساتھ تعاون کر رہے تھے شاید عادلہ کی وجہ سے لیکن وہ اپنی اس قسم کی سوچ کا اظہار سر عباس کے سامنے نہیں کر سکتی تھی اس نے آہستگی سے کارڈ نکال کر سر عباس کی طرف بڑھا دیا۔

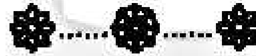
''نائس کارڈ۔'' کارڈ بہت خوب صورت انداز میں پرنٹڈ تھا' عباس کھول کر دیکھنے لگا۔

''ہم ضرور آئیں گے۔'' عباس نے مسکرا کر کہا تو وہ مسکرائی۔

''اگر کسی بھی قسم کی کوئی خدمت درکار ہو تو ضرور کہیے گا' یقین جانیئے گا ہمیں بہت خوشی ہوگی۔'' عباس نے خلوص سے کہا۔

''نہیں سر! ایسی کوئی بات نہیں' بس آپ شامل ہو جایئے گا میری فیملی اس پر بہت خوش ہو جائے گی۔''

''چلیں ان شاء اللہ ضرور آئیں گے۔'' عباس نے پھر یقین دہانی کروائی اس نے محض سر ہلا دیا تھا۔



وہ بہت دن بعد کالج آئی تھی۔ اتنے دنوں کی غیر حاضری کے بعد دوبارہ آنا تقریباً سب ہی لڑکیوں اور جاننے والوں نے خیریت دریافت کی تھی۔ شہوار نے جس لڑکی سے بھی کال پر رابطہ کر کے انا کی گمشدگی کے بارے میں پوچھا تھا وہ سب ہی متجسس تھیں۔ وہ ان کو ٹالتی رہی تھی' باقی وقت کلاسز لینے اور مصروفیت میں گزرا تھا' وہ کالج سے گھر آئی تو پھر وہی روٹین تھی۔ روشی گھر پر تھی ہلکی پھلکی سی چہل پہل تھی' ماموں گھر آچکے تھے ان کی طبیعت کافی سنبھل چکی تھی تاہم وہ اپنے کمرے میں ہی تھے۔ وہ ان کے سامنے نہیں گئی تھی' عجیب سا گلٹ محسوس ہوتا تھا' گھر والوں سے اس کی مکمل بات چیت بند تھی۔ وہ چینج کر کے کچن میں آئی تو ٹھٹک گئی۔

ولید کرسی پر بیٹھا ہوا تھا روشی اس کے سامنے کھانا رکھ رہی تھی۔ بہت دن بعد وہ یہ منظر دیکھ رہی تھی ورنہ اتنے دنوں میں ولید سارا وقت ہسپتال میں ہی رہتا تھا۔ انا اندر داخل ہوئی تو روشی نے خاموشی سے اسے دیکھا' ولید کی بھی نگاہ پڑی تھی اس نے لب دانت تلے دبا لیے تھے۔

انا دونوں کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے فریج کی طرف بڑھی تھی۔ بہت دنوں بعد کچھ کھانے پینے کو دل کررہا تھا ورنہ گزرے دنوں میں تو کھانا پینا ایک طرف وہ تو سونا تک بھول چکی تھی۔ شاید سارا دن کالج میں مصروف رہنے کا نتیجہ تھا کہ ذہن گزرے دنوں والی کشمکش میں نہیں تھا۔ فریج میں پھل اور جوسز کے پیک موجود تھے اس نے فریج بند کیا۔ ان کے ہاں دوپہر میں کھانا فریش بنتا تھا' ماموں کی طبیعت کے مطابق ہلکا پھلکا کھانا ہوتا تھا' اس کے علاوہ ماما کے بوتیک اور احسن کے آفس بھجوانے کے لیے بھی کھانا پکتا تھا جو روزانہ ڈرائیور دے کر آتا تھا۔ وہ چولہے کی طرف بڑھی تو روشی پاس چلی آئی۔

''تم بیٹھو میں کھانا نکال دیتی ہوں۔'' ماموں کی طبیعت کی خرابی کے بعد یہ پہلا جملہ تھا جو روشی نے کہا تھا۔

''نہیں میں کرلوں گی۔'' پتا نہیں اجنبیت مزاج میں آ گئی تھی یا حالات میں انا گزرے دنوں میں مکمل طور پر بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔ روشی نے اسے بغور دیکھا۔

دوپٹہ کندھوں پر ڈالے ڈھیلے ڈھالے لباس میں وہ جیسے ساری دنیا سے بےزار تھی' چہرے پر کسی بھی قسم کا کوئی تاثر نہ تھا۔ روشی نے بغور دیکھا تو دل دکھنے لگا' انا کا چہرہ زرد اور کملایا ہوا تھا' آنکھوں کے گرد حلقے تھے۔ وہ ہمہ وقت فریش اور تروتازہ دکھائی دینے والی لڑکی اس وقت سخت بےزار اور مرجھائی ہوئی تھی۔

انا نے چولہے پر رکھے برتن دیکھے بریانی کے علاوہ سالن بھی تھا اور ماموں کے لیے علیحدہ سے پرہیزی کھانا' اس نے خاموشی سے پلیٹ میں تھوڑی سی بریانی نکالی تھی روشی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

''بابا کو کچھ ہلکا پھلکا کھلا کر میڈیسن دے دو۔'' ولید نے سنجیدگی سے یوں مسلسل انا کو دیکھتی روشی کو دیکھا اور پھر ناگواری سے ٹوکا۔

''میں دیکھتی ہوں۔'' وہ کہہ کر فوراً فریج کی طرف بڑھی تھی۔ سیب نکال کر پلیٹ میں رکھ کر وہ پلٹی تو چونکی انا ٹرے میں اپنے لیے تھوڑی سی بریانی اور پانی کا گلاس رکھ رہی تھی۔

''یہ رائتہ اور کباب بھی رکھے ہوئے ہیں لے لو۔'' اسے یونہی ٹرے اٹھائے دیکھ کر روشی نے کہا۔

''اٹس اوکے۔'' وہ کہہ کر کچن سے نکل گئی تھی۔ روشی کے اندر عجیب سے انداز میں کچھ ٹوٹا تھا۔ وہ ابھی تک یہ سب کوئی خواب سمجھ کر یقین کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہو پارہی تھی لیکن آج اتنے دنوں بعد انا کا رویہ اور پھر اس کی حالت دیکھ کر اس کے دل کو سخت اذیت ہورہی تھی۔ فریج بند کرکے وہ پلٹی تو ٹھٹکی' ولید ابھی تک بالکل ویسے ہی بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے جو تھوڑا بہت کھانا پلیٹ میں ڈالا تھا وہ جوں کا توں تھا' ولید نے سختی سے لب بھینچ رکھے تھے اور چمچ سے پلیٹ میں رکھے' کباب کے پیسز کررہا تھا' سر جھکا ہوا تھا۔ وہ اس کے چہرے سے کچھ اندازہ نہ لگا پائی تھی۔ روشی نے ٹوکنا چاہا لیکن پھر نفی میں سر ہلا کر چھری لے کر کچن سے نکل گئی تھی۔ ولید نے سر اٹھا کر اسے جاتے دیکھا اور پھر پلیٹ کھسکا کر کھڑا ہوگیا۔ اس کا کھانا کھانے کا موڈ بالکل غارت ہو چکا تھا' اتنے دنوں بعد انا سے سامنا ہوا تھا۔

وہ گزرے دنوں میں اس قدر اپ سیٹ رہ چکا تھا کہ اب کسی بھی معاملے کو سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ آفس نہیں جارہا تھا وہ مسلسل ضیاء صاحب کی دیکھ بھال میں لگا ہوا تھا۔ وہ کچن سے نکلنے لگا تو صنوبر داخل ہوئی۔ برتن جوں کے توں دیکھ کر رک گئی۔

''صاحب کھانا نہیں کھایا۔'' باہر نکلتے ولید کو دیکھ کر پوچھا۔

سیدہ فرزین حبیب

السلام علیکم! آنچل کے دوستوں! کیسے ہیں آپ سب؟ میں نے بھی اپنی خاموشی کو زبان دی اور آپ کی محفل میں شریک ہوگئی۔ نام سے تو واقف ہوگئے کچھ دوست اور دل کے قریب لوگ پنکی بھی کہتے ہیں۔ اکیس اپریل کی پُر بہار اور روشن صبح اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئی لہٰذا ہمارا اسٹار ٹورس ہے' خامیاں بے شمار ہیں مثلاً بہت زیادہ جذباتی' غلط بات برداشت نہ کرنا' اپنی امی کو تنگ کرنا وغیرہ وغیرہ مگر خوبیاں صرف گنتی کی ہیں بقول دوستوں کے ملنسار' معاون اور پُر خلوص ہوں' جس سے دل مل جائے اس سے ہر بات شیئر کرلیتی ہوں اور جو ہم مزاج نہ ہو اس سے زیادہ بے تکلفی پسند نہیں۔ تعلیمی قابلیت صرف' ایم ایڈ' ایم ایس سی اور بی ایڈ میں پوزیشن ہولڈر ہوں اور پچھلے تین سال سے گورنمنٹ سیکٹر میں سائنس کے شعبہ تدریس سے وابستہ ہوں۔ تمام طالبات کی ہر دلعزیز ٹیچر ہوں (آہم) فارغ اوقات میں اچھی سی شاعری کی کتاب یا آنچل پڑھنا پسند ہے۔ پسندیدہ شاعروں میں شاہ احمد فراز' آر بے سید محفوظ الحسن اور پروین شاکر ہیں۔ فلموں اور انڈین ڈراموں سے کوئی لگاؤ نہیں' پی ٹی وی اور پاکستانی ڈرامے شوق سے دیکھتی ہوں۔ کھانے میں بریانی' اچار گوشت' دال چاول اور آئس کریم بہت رغبت سے کھاتی ہوں۔ پنک اور بلیک فیورٹ کلرز ہیں' ہر وہ لباس جو مشرقی روایت کے ساتھ حیا کا عنصر بھی لیے ہو پہننا اچھا لگتا ہے۔ مذہب سے بہت لگاؤ ہے' پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتی ہوں' اس کے علاوہ اکثر نفلی روزے اور نماز دلی سکون کا باعث بنتی ہے۔ دوست کوئی خاص نہیں' میری بہن فرحانہ اور اللہ پاک ہی بہترین دوست ہے۔ میرے پاپا کی دعائیں اور امی کی قربانیاں میری کامیابیوں کا اصل خزانہ ہیں اللہ پاک ان کا سایہ ہمیشہ ہم پر سلامت رکھے اور ہم چار بہنیں اور ایک چھوٹا نٹ کھٹ سے شرارتی بھائی فرحان ہے جو ہم سب کی جان اور مان ہے۔ اپنے بھانجا اور بھانجی (شاذل اور عدن) کو بہت یاد کرتی ہوں جو لاہور میں رہتے ہیں۔ میری امی کی محبت میرے جسم میں خون بن کر دوڑتی ہے' ان کے بغیر میری ذات بالکل ادھوری ہے۔ لکھنے لکھانے کا شوق بھی' ان کی ہمت اور آنچل کی مطالعے سے پیدا ہوا۔ فیورٹ رائٹر نازیہ کنول نازی' عمیرہ احمد' اشفاق احمد' ام مریم' سمیرا شریف طور' ثمرہ بخاری' بانو قدسیہ ہیں۔ آخر میں اس بات کے ساتھ اجازت ''نفرت کو محبت سے بدلنے کی کوشش کروا گر نا کام بھی ہوگئے تو سرخرو ہوگے'' لہٰذا خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں' بتایئے گا ضرور میرا تعارف کیسا لگا۔

بھوک نہیں ہے۔'' وہ سنجیدگی سے کہہ کر کچن سے نکل آیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں آیا تو اس کا موبائل بج رہا تھا' کوئی انجان نمبر تھا' اس نے کال ریسیو کی۔

''السلام علیکم!'' زنانہ آواز پر ٹھٹکا لیکن آواز سنی سنائی سی تھی۔

''وعلیکم السلام!''

''میں شہوار بات کررہی ہوں۔'' دوسری طرف سے تعارف کروایا گیا تو ولید نے گہرا سانس لیا۔

''آج انا کالج آئی تھی' بتارہی تھی کہ انکل کی طبیعت خراب ہے' کچھ دن ہاسپٹلائز رہے ہیں۔'' وہ پوچھ رہی تھی۔ ولید کے اندر انا کے ذکر پر عجیب سا اشتعال برپا ہوا تھا۔

''جی۔''

''ادھر بابا صاحب بھی بیمار تھے' شکر ہے کل گھر آگئے ہیں لیکن گھر میں ٹریٹمنٹ چل رہی ہے اس لیے ہم لوگ بزی تھے۔ آپ سے بھی کوئی رابطہ نہ ہوسکا اور نہ ہی مصطفیٰ نے ذکر کیا ورنہ میں انکل کی عیادت کو ضرور آتی۔ آج

کل میرا انا سے بھی تقریباً رابطہ نہ ہونے کے برابر رہا ہے ورنہ اس سے انکل کی خراب طبیعت کا علم ہو جاتا۔" شہوار نے کہا تو ولید نے خود کو کمپوز کرتے مسکرانے کی کوشش کی۔

"اٹس اوکے' بابا اب کافی بہتر ہیں۔" انداز میں اطمینان تھا۔

"مصطفیٰ سے میرا بھی رابطہ نہیں' بس بابا کی وجہ سے بہت بزی اور پریشان رہا ورنہ وہ ہی شاید آپ کو بتا دیتا۔"

"ہاں وہ بھی آج کل ایک دو کیسز میں بہت بزی ہیں' آج گھر آئیں گے تو میں اور وہ ان شاء اللہ انکل کی عیادت کو آئیں گے۔"

"جی ضرور۔" ولید نے خلوص دل سے کہا۔

شہوار انا کی دوست نہ ہوتی تو بھی اس سے بات کرنے کے لیے مصطفیٰ کا حوالہ کافی تھا۔ شہوار نے کچھ دیر اور بات کی اور پھر کال منقطع کر دی تھی۔ موبائل بستر پر ڈالتے ولید نے چند پل کچھ سوچا اور پھر موبائل پاکٹ میں ڈالتے وہ ضیاء صاحب کے کمرے میں آ گیا تھا۔ روشی ان کے کندھے دبا رہی تھی اور ساتھ ساتھ بات بھی کر رہی تھی۔

"میڈیسن دے دی؟" ولید نے پوچھا تو ضیاء صاحب نے آنکھیں کھول کر بیٹے کو دیکھا۔

"جی۔"

"بس کرو تم آرام کرو سارا دن لگی رہتی ہو میں اب ٹھیک ہوں۔" بابا نے دھیمی نقاہت زدہ آواز میں کہا تو روشی مسکرائی۔

"کوئی بات نہیں۔"

"اپنی طبیعت کا خیال رکھا کرو میرا کیا ہے اپنی زندگی اور وقت پورا کر چکا ہوں' آج ہوں کل کا کوئی بھروسہ نہیں۔" انہوں نے کہا تو روشی نے ناراضگی سے دیکھا۔

"پھر وہی باتیں شروع کر دیں' آپ ایسی باتیں مت کیا کریں' آپ جانتے ہیں کہ مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہے آپ کو ہزاروں سال جینا ہے ہمارے لیے۔" روشی ایک دم رنجیدہ ہو گئی تھی۔ ضیاء صاحب نے اپنا لرزتا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا تھا۔

"خوش رہا کرو۔" ان کی آواز میں لرزش تھی۔ ولید خاموشی سے بستر کے قریب کھڑا تھا۔

"کھڑے کیوں ہو بیٹھو نا؟" انہوں نے کہا تو وہ بیٹھ گیا' انہوں نے بغور دیکھا' ولید کا انداز سنجیدہ تھا۔

"کیا بات ہے پریشان ہو؟ اب تو میں ٹھیک ہوں پھر کیوں ٹینشن لیتے ہو۔" انہوں نے کہا تو ولید نے دھیرے سے مسکرا کر ان کا ہاتھ تھاما۔

"بس آپ کی فکر ہے آپ بس جلدی سے ٹھیک ہو جائیں پھر کوئی ٹینشن نہیں۔"

"تم دونوں بہن بھائی نے مجھے بچہ بنا رکھا ہے' دیکھو یہ معمولی اٹیک تھا' اب ٹھیک ہوں تم دونوں بھی مطمئن ہو جاؤ کچھ نہیں ہوگا ابھی مجھے۔" وہ مسکرا رہے تھے ولید نے بھی ان کی ہمت پر مسکرا کر سر ہلا دیا' اس سے پہلے کہ جواباً وہ کچھ کہتا کمرے کے دروازے پر انا آ رکی تھی۔ ولید دروازے کی طرف ہی بیٹھا ہوا تھا اسے دیکھ کر لب بھینچ گیا تھا انا جو کھانا کھا کر برتن کچن میں رکھ کر ادھر آئی تھی مگر وہاں روشی کے علاوہ ولید کو دیکھ کر ایک دم رک گئی تھی۔

اس کا جی چاہا کہ وہ فوراً واپس پلٹ جائے تب ہی ولید کو سامنے دیکھتے پا کر روشی اور ضیاء صاحب نے بھی

غزل

کچھ محبت سے کچھ سیاست سے
چال چلتے ہیں لوگ چاہت سے
کتنی سادہ ہے یہ حسیں دنیا
قتل کرتی ہے کس مروت سے
راستہ اپنا تم جدا کرلو
سوچتے کیا ہو ایک مدت سے
درد بڑھتا ہے بڑھتے رہنے دو
درد ملتا ہے دوست قسمت سے
ہے خوشی ہی اس مسئلے کا حل
بات الجھے گی اب وضاحت سے
اس کے منصب بھی مقدس ہیں
اس کو نسبت ملی ہے جنت سے
گھر بھی اس کے بن سُونا سُونا ہے
سر پہ سایہ تھا ماں کی شفقت سے

انتخاب آسیہ اشرف.....گنگاپور

دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

''انا...'' روشی نے اسے پکارا اب کمرے میں داخل ہونے کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

''السلام علیکم!'' وہ اندر آ گئی تھی دھیمے سے کہا تو ضیاء صاحب نے سر ہلا دیا۔ ان کے دل و دماغ پر پھر وہی لمحے تازہ ہونے لگے جب انا شادی سے انکار کرتے کسی اور لڑکے کا نام لے کر اپنے باپ کے سامنے کھڑی تھی اور پھر وقار کا ہاتھ اٹھا تھا۔ ضیاء صاحب کے چہرے کا رنگ ایک دم زرد ہو گیا تھا' ولید جو باپ کو دیکھ رہا تھا ایک دم چونکا۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک ہے بابا!'' اس نے فوراً پریشانی سے پوچھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' انہوں نے آہستگی سے کہہ کر انا کو دیکھا۔

''بیٹھو انا۔'' وہ اندر آ تو گئی تھی لیکن اب سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کیا کرے۔

''میں آپ کی خیریت پوچھنے آئی تھی' کیسے ہیں آپ اب؟'' ان کے کہنے پر اس نے جھجکتے ہوئے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرائے۔

''اللہ کا کرم ہے' تمہارے سامنے ہوں۔ یہ روشی اور ولید تو خوامخواہ ہی پریشان ہو گئے تھے ورنہ میں تو اگلے دن ہی گھر آنا چاہ رہا تھا۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا تو انا نے سر ہلا دیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اب بھلا مزید کیا پوچھے' وہ کھڑی لب بھینچ گئی۔

روشی سر جھکائے اپنے ہاتھوں سے کھیل رہی تھی اور ولید اس کی توجہ صرف اور صرف ضیاء صاحب کی طرف

تھی۔ اسے ایک دم بے پناہ اجنبیت کا احساس ہوا تو دل کے اندر بہت کچھ ٹوٹنے لگا۔

''چلتی ہوں۔'' لہجے میں عجیب سی شکستگی تھی' ولید نے سر جھکا کر دیکھا۔

''رکو نا۔'' اس کے پلٹنے پر رضا صاحب نے کہا۔

''نہیں' بس آپ کو دیکھنے آئی تھی۔ آج بہت دن بعد کالج گئی تھی تو اسٹڈی کا بہت سارا میٹر ہے' وہ سب دیکھنا ہے۔'' دھیمے سے کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئی' تینوں نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔



وہ اپنے کمرے میں کتابیں پھیلائے بیٹھی ہوئی تھی' ایک کتاب اس کی گود میں کھلی پڑی تھی لیکن اس کی توجہ کتاب کی طرف نہیں تھی' وہ نجانے خلا کی وسعتوں میں کس نادیدہ نقطے کو دیکھ رہی تھی۔

روشی کچھ دیر دروازے میں کھڑی دیکھتی رہی تھی اور اس کے پاس قالین پر آ بیٹھی۔ انا نے چونک کر اسے دیکھا روشی اس کی قریب موجود تھی۔

''تم ایسا کیوں کر رہی ہو؟'' روشی نے انا کو بغور دیکھتے پوچھا۔ انا کے چہرے کے رنگ میں ایک اذیت سی گھل گئی تھی۔ وہ سر جھکا کر کتاب میں نادکھائی دینے والے حروف کھوجنے لگی۔

''جواب نہیں دو گی یا تمہارے پاس سرے سے ہمارے کسی سوال کا جواب ہی نہیں؟'' روشی کے لہجے میں تلخی تھی' انا نے لب بھینچ لیے تھے۔

ماما پاپا سے بول چال بند تھی' احسن بھی سخت پریشان تھا اور باقی لوگوں کے تو گویا دن رات کانٹوں پر گزر رہے تھے۔

''محبت کرنا یا کسی کو پسند کرنا جرم ہے کیا؟'' روشی کی تلخی نے اسے اندر سے ریزہ ریزہ کر دیا تھا جواباً لفظوں میں اذیت گھل گئی تھی۔

''محبت جرم تب بنتی ہے جب اس کے حصول کے لیے غلط طریقہ اختیار کیا جاتا ہے' محبت تو بہت پاکیزہ جذبہ ہے جو ہر کسی کے لیے پیدا نہیں ہوتا۔'' بہت دن بعد روشی خود سے اس کے پاس آئی تھی اور خود سے ہی بات کا آغاز کیا تھا۔

''میں نے کوئی غلط طریقہ اختیار نہیں کیا تو پھر میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟'' انا کے الفاظ میں اذیت سی گھل گئی تھی۔ وہ اذیت جو وہ پچھلے کچھ دنوں میں جھیل رہی تھی۔

''سچ سچ بتاؤ انا' یہ حماد کہاں سے آ گیا ہے' بالکل یوں اچانک ایک دم سے۔'' انا نے سر جھکا کر ایک گہرا سانس لیا۔

''وہ محبت کرتا ہے مجھ سے۔'' اس نے دھیمے سے کہا' روشی نے اسے بغور دیکھا۔ انا کتاب کے صفحات پلٹ رہی تھی روشی نے کتاب پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔

''اور تم؟'' انا نے ایک گہرا سانس لیا۔

''ہاں میں بھی محبت کرتی ہوں اس سے۔'' اس نے اپنے الفاظ میں مضبوطی پیدا کرنا چاہی تھی' روشی طنزیہ ہنسی' انا نے الجھ کر اسے دیکھا۔

''اور ولی بھائی۔'' ولید کے نام پر اس کے چہرے پر سخت اذیت کی لہر پیدا ہوئی تھی۔

''ان کی کیا حیثیت ہے تمہاری زندگی میں؟ بہت سے لوگوں کی موجودگی میں تمہارا اور ان کا رشتہ طے پایا تھا۔

اگر تم کسی اور سے محبت کرتی تھیں تو انکار کیوں نہیں کیا تم نے اتنے ماہ تک کیوں کھیلتی رہیں ہم سب کے جذبات سے۔'' روشی کا انداز یک دم جارحانہ ہوا تھا۔ انا نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''میں نے کسی کو بھی دھوکہ نہیں دیا' تم اپنے بھائی سے جا کر پوچھ سکتی ہو میں نے کبھی ان کو چیٹ نہیں کیا۔ میں نے تو بہت فیئر ہو کر ان کی اور تم سب کی زندگی سے نکلنے کی کوشش کی ہے۔ حماد ایک اچھا انسان ہے' محبت کرتا ہے مجھ سے اور میں بھی اسے پسند کرتی ہوں۔ بہت صاف الفاظ میں سب کو کہہ دیا تھا' دھوکہ تو یہ ہوتا کہ میں ڈبل کراس کرتی پھر یہ الزام کیوں؟'' انا نے بہت ہی سنجیدگی سے کہا۔

''انا پلیز' کس کو بے وقوف بنا رہی ہو' تم سمجھتی ہو کہ یہ حماد حماد کر کے تم ہمیں بے وقوف بنا لوگی۔ میں نہیں جانتی کہ وہ کیا وجہ ہے جس کی وجہ سے تم ولید بھائی کو چھوڑ رہی ہو' لیکن میں یہ ضرور جانتی ہوں کہ تم ولید بھائی کے ساتھ بہت خوش تھیں' تم اس رشتے پر مطمئن تھیں۔ دیکھو انا ہم کزنز ہی نہیں اچھی دوست بھی تھیں' کیا ولید بھائی اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا ہوا تھا۔'' روشی نے براہ راست اس کا ہاتھ تھام کر پوچھا تو وہ چند پل کو ساکت رہ گئی۔

''میرا اور ولید کا کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا' امی سے پوچھ سکتی ہو مجھے شروع سے ہی اس رشتے پر اعتراض تھا۔ میں بس تمہاری شادی کی وجہ سے اس منگنی کے لیے راضی ہوئی تھی اس کے بعد بھی بس اس لیے خاموش رہی کہ شاید میں مطمئن ہو جاؤں لیکن میں خود کو راضی نہیں کر پائی۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

احسن' وقار اور صبوحی کے سامنے وہ یہ سب باتیں نہیں کر سکتی تھی اور نہ اس نے کی تھیں لیکن اس نے روشی کی سامنے سب کہہ دیا تھا وہ جانتی تھی کہ یہ سب احسن بھائی تک پہنچ جائے گا اور پھر ماما پاپا تک بھی۔

''یعنی تم حماد کی خاطر ہم سب کو چھوڑ دو گی؟'' روشی نے دکھ سے پوچھا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

''اگر حماد سے رشتہ جوڑنے کی سزا تم لوگوں کے نزدیک تم سب کو چھوڑ دینا ہے تو میں پھر کیا کر سکتی ہوں۔ بہر حال یہ زندگی میری ہے اور میں اپنی شادی سے متعلق اپنی مرضی کا فیصلہ کرنے کا حق رکھتی ہوں۔ مجھے تمہارا بھائی پسند نہیں اگر میں ولید کی جگہ حماد کو سپورٹ کر رہی ہوں تو اس میں غلط کیا ہے؟ براہ راست دل کی بات کی ہے کوئی جرم تو نہیں کر لیا۔'' بہت تلخی سے کہہ کر وہ اٹھی تھی' پلٹ کر اسٹڈی ٹیبل کی طرف بڑھی تھی لیکن دروازے میں ولید کو کھڑے دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی اسے یوں ٹھٹکتے دیکھ کر روشی نے بھی دیکھا تھا ولید لب بھینچے کھڑا تھا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کافی دیر سے موجود تھا۔ یقیناً ان کی گفتگو کا سارا حصہ سن چکا تھا۔ انا کا دل ایک دم ڈوب کر ابھرا تھا' وہ اپنی جگہ ساکت سی ہو گئی تھی۔

''تمہیں احسن بلا رہا تھا۔'' ولید نے روشی کو دیکھ کر کہا تو وہ فوراً کھڑی ہو گئی' ولید اسی طرح اپنی جگہ پر کھڑا رہا تھا' روشی ولید کے پاس سے گزر کر چلی گئی تھی۔

''تم سمجھتی ہو تم نے یہ جو ڈرامہ شروع کیا ہے اس سے ہم سب کو بے وقوف بنا لو گی۔'' ولید کے لہجے میں اس قدر تلخی تھی کہ وہ ایک دم ساکت رہ گئی تھی۔

''مائنڈ یور لینگویج۔ میں کوئی ڈرامہ نہیں کر رہی۔'' ولید اتنے دنوں بعد براہ راست اس سے مخاطب تھا۔ وہ بھی فوراً اس کے الفاظ ''ڈرامہ'' پر مشتعل ہوئی تھی۔

''تو یہ سب کیا ہے؟ بے وقوف نہیں ہیں ہم سب لوگ' ہمیں چلا رہی ہو اور ہم تمہاری اس بکواس اسٹوری پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیں گے۔'' ولید غصے سے چند قدم بڑھ کر اس کے مقابل آ ٹھہرا تھا۔

اسماء خان

السلام علیکم! میرا نام اسماء خان ہے 14 دسمبر کو دنیا میں جلوہ افروز ہوئی ہم سات بہن بھائی ہیں۔ پانچ بہنیں دو بھائی' میرا نمبر پہلا ہے مطالعے کی بچپن سے عادت ہے جواب جنون بن گئی ہے آنچل بہت پسند ہے خوب صورت رنگ سیاہ ہے۔ کھانے میں بیف بریانی بہت پسند ہے' میٹھا میں نہیں کھاتی۔ خوبی کوئی نہیں' خامیاں بہت ہیں غلط بات برداشت نہیں ہوتی' نہ جھوٹ اس لیے لڑا کا ہوں۔ شوق' کتابیں پڑھنا ہے اور دوسرا ایک اسکول کھولنا اور اپنے لیے ایک گھر بنانا ہے۔ دعا کیجیے گا میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں آمین۔ مجھے صرف اپنی ماں سے بہت محبت ہے دوسرے نمبر والی بہن اور سب سے چھوٹے بھائی محمد احمد سے بھی پیار ہے' رشتوں نے بہت دکھ دیا ہے ہر بار اعتبار مان توڑا ہے بہت اذیت اٹھائی ہے میں نے۔ میری سب سے درخواست ہے خدارا کسی کا اعتبار مت توڑیں' دھوکہ مت دیں' جھوٹ نہ بولیں جب اعتبار ٹوٹتا ہے تو کچھ نہیں بچتا۔ بہت تکلیف ہوتی ہے' اللہ پاک آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین۔

انا نے تلخی سے دیکھا۔

''میں آپ کے سامنے اپنے کسی بھی عمل کی جواب دہ نہیں ہوں' بہتر ہے مسٹر ولید ضیاء احمد آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔''

''تم...... تم......'' ولید ایک دم غصے سے اس کی طرف لپکا تھا۔ کلائی سے تھام کر قریب کیا۔

''میں چاہوں تو ایک پل میں تمہارا دماغ درست کرسکتا ہوں' ایک ہی پل میں ساری اکڑ نکل جائے گی تمہاری۔'' مضبوط گرفت میں اس کی کلائی ایسے جکڑی جیسے ابھی کاٹ دی جائے گی۔

''کیا بدتمیزی ہے چھوڑیں مجھے۔'' اس کی مضبوط گرفت سے اپنا بازو نکالنے کی کوشش کرتے وہ چیخی۔

''تم ذہنی طور پر ایک بیمار لڑکی ہو' ایک خبطی مزاج اور بے وقوف۔ تمہاری کم عقلی نے ساری فیملی کو ڈسٹرب کر کے رکھ دیا ہے۔ تم سمجھتی ہو یہ سب کر کے تم کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے لوگی تو بھول ہے تمہاری۔ تم صرف اپنا نقصان کررہی ہو صرف اپنا۔'' بجائے اس کے کہ وہ اس کا بازو چھوڑتا ایک دم تلخی سے اسے دھکیلتے اس نے کہا۔ انا ٹیبل کے کونے سے ٹکرائی اور اس کی کمر پر ٹیبل کا کونا بڑے زور سے لگا تھا۔

''آہ......'' وہ ایک دم کراہ اٹھی تھی جبکہ ولید نے دھیان نہ دیا تھا۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اتنے چھوٹے ذہن کی لڑکی ہو' کاشفہ جیسی لڑکی کو بنیاد بنا کر تم مجھے ریجیکٹ کروگی۔ تم خود کو سمجھتی کیا ہو۔''

''ولید چھوڑیں مجھے۔'' وہ چیخ اٹھی تھی۔ ولید نے طنزیہ نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا جبکہ اس کی کمر سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

''میں کچھ بھی نہیں سمجھتی خود کو' میں جو ہوں وہی کررہی ہوں۔ میں ایک بے وقوف' کم عقل' نان سینس لڑکی ہوں تو کیوں وقت ضائع کررہے ہیں آپ میرے ساتھ' چلے جائیں یہاں سے میں آپ کا رستہ کلیئر کرچکی ہوں۔ آپ کے رستے سے ہٹ کر آپ کو آگے بڑھنے کا موقع دے چکی ہوں اب کیوں چلا رہے ہیں مجھ پر۔''

''شٹ اپ۔'' وہ انا کے چلانے پر اس سے زیادہ زور سے چلایا تھا۔

''مجھ پر چلانے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔'' انا بغیر ڈرے چلائی تھی۔

''یو ایڈیٹ......'' ولید کا ہاتھ ایک دم طیش کے عالم میں بلند ہوا لیکن پھر اس نے ہاتھ روک لیا تھا۔
''تم ایک چھوٹی سی بے بنیاد بات کو ایشو بنا کر یہ سب کرو گی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نہیں جانتا تم حماد کو کیوں درمیان میں لائی ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا' تم یہ سب کر کے بہت پچھتاؤ گی۔ بہت......'' غصے سے ہاتھ ہٹاتے اسے ایک دم جھٹکے سے چھوڑ کر اس نے کہا۔ انا کی آنکھیں بہنے لگیں' کمر کے درد احساس توہین سے وہ جم سی گئی تھی۔
''میں پچھتاؤں' مروں یا جیوں میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں کہ آپ کے سامنے جواب دہ ہوں۔ میں کچھ بھی کروں آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے اور بے فکر رہیے گا۔ میں مر بھی جاؤں تو بھی مدد مانگنے آپ کے پاس نہیں آؤں گی۔'' بھیگی آنکھوں اور رندھی آواز میں اس نے کہا تو ولید نے از حد تاسف سے اسے دیکھا۔
''جان بوجھ کر خود کو کسی کھائی میں گرا لینا شاید اسے ہی کہتے ہیں۔ تمہارا خیال ہے مجھے تمہاری پروا ہوگی یا تمہاری فکر میں مرا جا رہا ہوں' ہونہہ...... نائی فٹ۔'' بہت تنفر اور غصے سے کہا۔ انا نے بے دردی سے دوپٹے سے چہرہ صاف کرتے ولید کو دیکھا۔
''تو پھر اس وقت میرے کمرے میں کیا کر رہے ہیں؟'' سوال ایسا چبھتا ہوا اور تکلیف دہ تھا کہ ولید نے لب بھینچ لیے تھے۔
''میری طرف سے بھاڑ میں جاؤ۔'' وہ رستے میں آئی ہر چیز کو ٹھوکر مارتے غصے سے کہتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ انا اپنے چہرے پر ہاتھ رکھتے وہیں قالین پر بیٹھ گئی اس کا دل جل رہا تھا' آنکھوں سے بے تحاشا آنسو بہہ رہے تھے' اسے ایک دم احساس توہین سے اپنا آپ جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا وہ وہیں بیٹھ کر گھٹنوں میں منہ چھپا کر شدت سے سسک اٹھی تھی۔



مصطفیٰ گھر آیا تو شہوار بابا صاحب کے پاس بیٹھی ہوئی تھی' بابا صاحب گھر شفٹ ہو چکے تھے۔ ان کی حالت پہلے سے بہتر تھی لیکن شاہ زیب صاحب نے ان کو واپس گاؤں جانے نہیں دیا تھا' سب ہی ان کا خاص خیال رکھ رہے تھے۔ دونوں پھپھو جا چکی تھیں عائشہ اور صبا بھی ساتھ چلے گئے تھے۔
زاہد بھائی اسی شہر میں تھے سو وہ روزانہ شام میں بیگم اور حماد کے ساتھ چکر لگا رہے تھے' اس وقت بھی آئے ہوئے تھے۔ مصطفیٰ سیدھا ان کے پاس ہی آ کر بیٹھا تھا۔
''آپ کو پتا ہے ولید بھائی کے والد صاحب کی طبیعت کافی خراب رہی ہے وہ کچھ دن اسپتال میں رہے ہیں اب گھر آ چکے ہیں۔'' اس نے مصطفیٰ سے کہا' مصطفیٰ چونکا۔
''اچھا کب......؟ مجھے تو ولید نے کچھ بھی نہیں بتایا اور میں بھی اس سے رابطہ نہیں کر پایا۔''
''ہاں وہ بھی یہی کہہ رہے تھے' میں تیار ہوتی ہوں پھر ان کی عیادت کر آتے ہیں۔'' اس نے کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلایا۔
''اوکے چلو میں بھی تیار ہو جاتا ہوں۔'' مصطفیٰ بھی کھڑا ہو گیا تھا۔
''ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں' بابا صاحب سے مل لیا ہے تمہارے ساتھ ولید کے ہاں بھی ہو لیتے ہیں۔ کیوں کیا خیال ہے؟'' حماد نے فوراً کہا تھا' زاہد بھائی نے سر ہلا دیا تھا۔
''ہم تیار ہو کر آتے ہیں پھر چلتے ہیں۔'' مصطفیٰ کہہ کر چلا گیا تھا۔ حماد نے پرسوچ نظروں سے انہیں جاتے

آنسو

اداس	شہروں	میں	ساحلوں	پہ
بہہ	رہے	ہیں	کمال	آنسو
محبتوں	کے	زوال	میں	یہ
بھٹک	رہے	ہیں	سوال	آنسو
برستی	بارش		چمکتی	بجلی
سمٹ	رہے	ہیں	نڈھال	آنسو
اداس	شاموں	میں	ڈھل	گئے ہیں
وقت	کے	بے	مثال	آنسو
راج	دل	کے	الٹ	گئے ہیں
یہ	خشک	آنکھوں	میں	سیلاب آنسو

سیدہ عبادت راج......ڈیرہ اسماعیل خان

دیکھا' دو دن سے انا کا موبائل بند تھا' کوئی رابطہ نہ تھا۔ انا نے اس سے خود ہی رابطہ کیا تھا۔ خود ہی اس کی محبت کو پذیرائی بخشی تھی۔

اس کے بعد اس نے اسے پارک میں بلایا تھا اور پھر اس کے والد آئے تھے وہ اسے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے بعد اس کا نمبر تو آن تھا لیکن اس نے کال پک نہ کی تھی اور اب نمبر بند تھا۔ مصطفیٰ اور شہوار تیار ہو کر آ گئے تھے۔ دوسری گاڑی میں زاہد بھائی' شائستہ بھابی اور حماد تھے' جس وقت وہ لوگ انا کے گھر پہنچے تو رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ ولید کو مصطفیٰ اپنی آمد سے آگاہ کر چکا تھا وہ اسے دیکھ کر خوش ہوا' لیکن حماد اور باقی لوگوں کو دیکھ کر اس کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔ حماد کی موجودگی کی وجہ سے ان کے گھر میں آگ لگی ہوئی تھی۔ باقی لوگوں کا ری ایکشن ولید جیسا ہی تھا تاہم شہوار اور مصطفیٰ کی وجہ سے خاموش تھے انا اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔

روشی انا کے کمرے میں آئی تو وہ اندھیرا کیے بیٹھی ہوئی تھی۔

''انا......'' اس نے لائٹ آن کی تو چونکی۔

انا بیڈ کے پاس قالین پر گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا وجود ہولے ہولے ہل رہا تھا۔

''کیا ہوا انا؟'' اس نے فوراً قریب آ کر پوچھا تو انا کا ہلتا وجود یک دم ساکت ہو گیا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

بے تحاشا سرخ چہرہ اور متورم آنکھیں۔ روشی کو یاد آیا کچھ دیر قبل ولید اس کے کمرے میں تھا یقیناً دونوں میں کچھ گڑبڑ ہوئی تھی۔

''کچھ نہیں ہوا۔'' وہ کہہ کر اپنا چہرہ صاف کرنے لگی تھی۔ روشی نے چند پل اسے دیکھا۔

''شہوار اور مصطفیٰ بھائی آئے ہیں ساتھ میں حماد اس کا بھائی اور بھابی بھی ہیں۔'' انا نے چونک کر دیکھا روشی سنجیدہ تھی۔

''کیوں؟''

''بابا کی عیادت کو آئے ہیں، شہوار تمہارا پوچھ رہی تھی تم فوراً باہر آؤ۔'' انا نے لب بھینچ لیے تھے۔

''منہ ہاتھ دھولو۔'' روشی کہہ کر اٹھ گئی تھی۔

''میں کسی سے بھی نہیں ملوں گی اگر کوئی میرا پوچھے تو کہہ دینا میں گھر میں نہیں ہوں۔'' روشی ایک دم رک گئی تھی۔

چونک کر دیکھا انا سنجیدہ تھی۔

''کیوں حماد سے بھی نہیں ملوگی؟'' سوال ایسا تھا کہ انا نے ایک دم دانتوں تلے دبا لیے تھے۔

''مجھے لگتا ہے حماد خصوصی طور پر تمہارے لیے ہی آیا ہے اور شاید تمہارا منتظر بھی ہے۔''

''میں نے کہا ناں مجھے کسی سے بھی نہیں ملنا پلیز میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے کوئی میرے کمرے میں بھی نہیں آئے۔'' وہ تیزی سے کہہ کر واش روم میں گھس گئی تو روشی نے بس خاموشی سے اسے جاتے دیکھا۔

وہ باہر آ گئی تھی۔ سب کو چائے سرو کی تو شہوار اور شائستہ انا کا پوچھنے لگ گئی تھیں۔

''کہاں ہے انا، اس کا نمبر بھی بند مل رہا ہے۔'' شہوار نے چائے پیتے پوچھا تو حماد بھی متوجہ ہو گیا تھا۔

''اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں، سو رہی ہے میں نے بھی ڈسٹرب نہیں کیا۔'' روشی نے کہا مصطفیٰ سے بات کرتے ولید کے چہرے کے عضلات میں شدید کھنچاؤ سا آ گیا تھا۔

''کیا ہوا اسے؟ کالج میں تو ٹھیک ٹھاک تھی۔''

''بس سر میں درد اور بی پی کا پرابلم ہے۔'' روشی کی بات پر صبوحی بیگم نے ایک گہرا سانس لیا' وقار صاحب بھی خاموش تھے۔ گھر آئے مہمان تھے ورنہ حماد کو دیکھ کر ان کا جی چاہ رہا تھا کہ اس لڑکے کو ابھی فوراً اپنے گھر سے نکل جانے کو کہہ دیں۔

''میں دیکھتی ہوں۔'' شہوار نے اٹھنا چاہا۔

''وہ سو رہی ہے۔'' روشی نے فوراً کہا۔

''کوئی بات نہیں میں اسے اٹھا لوں گی۔'' چائے کا کپ خالی کر کے ٹیبل پر رکھ کر شہوار کھڑی ہو گئی تھی۔

''چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔'' شائستہ بھی کھڑی ہو گئی تھی۔

مجبوراً روشی کو بھی اٹھنا پڑا تھا۔ وہ انا کے کمرے میں آئیں تو لائٹس آف تھیں۔ روشی نے آن کیں انا کمرے میں نہیں تھی واش روم کا دروازہ بند تھا۔ روشی نے ایک پرسکون سانس لی۔

کچھ دیر بعد وہ باہر نکلی تو گیلے بالوں کو ٹاول میں لپیٹ رکھا تھا۔ وہ سنجیدگی کے ساتھ شہوار اور شائستہ سے ملی تھی۔

''کیا ہوا تمہیں۔ کالج میں تو تم ٹھیک ٹھاک تھیں۔'' نہانے سے انا کے چہرے کی سرخی تو کم ہو گئی تھی تاہم آنکھوں کی سرخی برقرار تھی۔

''بس سر میں درد ہو رہا تھا۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ ان کے ساتھ ہی بستر پر بیٹھ گئی تھی۔

شہوار نے اسے بغور دیکھا وہ بڑی بجھی بجھی سی لگی۔ بلکہ کالج میں بھی وہ اسے ایسی ہی لگی تھی۔ اس نے بارہا پوچھا تھا اور وہ ہر بار میں ٹھیک ہوں بس تمہارا وہم ہے کہہ کر ٹال گئی تھی۔ لیکن اس وقت انا کا ستا ہوا چہرہ اور متورم آنکھیں دیکھ کر الجھ گئی تھی۔ شائستہ بھابی ساتھ نہ ہوتیں تو شاید وہ اس کے رویے کی وجہ جاننے کی کوشش ضرور کرتی۔

"کسی دن تم لوگ بھی ہمارے گھر آؤ نا۔" روشی کی کسی بات پر شائستہ نے مسکرا کر کہا تو روشی نے انا کو دیکھا۔
"کیوں نہیں، آج کل انا کا دل کر رہا ہے آپ لوگوں کے ہاں آنے کا۔ دیکھیے بڑوں سے کب اجازت ملتی ہے۔" روشی نے سنجیدگی سے کہا تو انا اپنی انگلیوں کے ناخن دیکھنے لگی۔ روشی کی بات کا پس منظر وہ اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔
"اگر ایسی بات ہے تو ہم بڑوں سے اجازت لے لیتے ہیں۔ مجھے یقین ہے تم دونوں کو ہمارے ہاں آ کر بہت خوشی ہوگی۔" شائستہ نے سادگی سے کہا۔
"میں تو کہیں آتے جاتے کم ہی خوش ہوتی ہوں لیکن مجھے یقین ہے انا آپ کے ہاں جا کر بہت خوش ہوگی۔"
"تو پھر کب آ رہی ہو تم انا ہمارے ہاں؟" شائستہ نے مسکرا کر کہا تو انا نے ایک گہرا سانس لیا۔
"انا تو جانے کو تیار ہے بس ہماری طرف سے ہی لیٹ ہو رہا ہے۔" روشی نے ہنس کر کہا۔
انا محض مسکرائی تھی ورنہ دل چاہ رہا تھا کہ ایک دم پھٹ پڑے اور شہوار سمیت سب کو کمرے سے نکال باہر نکال دے۔ وہ کچھ دیر اور اس کے پاس بیٹھی تھیں اور پھر جانے کو اٹھ گئی تھیں۔
"تم بھی آ کر باقی لوگوں سے مل لو۔" روشی نے کہا تو شہوار نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ روشی یہ سب کیوں کر رہی ہے۔
"جس سے ملنا ہوگا تمہیں بتائے بغیر بھی مل سکتی ہوں۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" انداز دھیما لیکن لہجہ تلخ تھا اب کے روشی نے لب دانتوں تلے دبا لیے تھے۔ شہوار نے حیران ہو کر دونوں کو دیکھا تھا۔
"کیا ہوا بھئی؟"
"کچھ نہیں تم سے میں نے جن لیکچرز کا کہا تھا وہ ضرور تیار کر دینا۔ میں پھر فوٹو کاپی کرا لوں گی۔" انا نے کہا تو دونوں اپنے کالج کی باتیں کرنے لگ گئی تھیں۔
کچھ دیر بعد وہ تینوں انا کے کمرے سے نکل آئی تھیں۔ انا ان کے ساتھ باہر نہیں آئی تھی۔ وہ تینوں ڈرائنگ روم میں پہنچیں تو حماد کے چہرے پر ایک دم مایوسی کی کیفیت چھائی تھی۔
وہ بطور خاص انا سے ملنے آیا تھا لیکن اب انا کہیں بھی نہ تھی۔ وہ صاف محسوس کر رہا تھا کہ یہاں سب لوگ اس سے سرد مہری سے پیش آ رہے تھے۔ وقار صاحب تو کچھ دیر ہی ان کے پاس بیٹھ کر اٹھ گئے تھے۔
ضیا صاحب اپنے کمرے میں ہی تھے وہ تینوں ان کے کمرے میں جا کر عیادت کر آئے تھے احسن اور ولید ہی موجود تھے احسن زیادہ تر خاموش تھا اور ولید کی توجہ بھی مصطفیٰ کی طرف تھی کبھی کبھار وہ زاہد کی بات میں بھی شامل ہو جاتا تھا جبکہ اس نے حماد کو سرے سے ہی نظر انداز کر دیا تھا۔ حماد کو بڑا انسلٹنگ رویہ لگا تھا۔ جاتے وقت اس نے جب احسن اور ولید سے ہاتھ ملایا تو سرد مہری صاف دکھائی دی تھی۔ حماد کو شدید ہتک کا احساس ہوا تھا۔ وہ لب بھینچ کر مصطفیٰ اور زاہد سے بھی پہلے وہاں سے نکل گیا تھا۔
احسن نے انتہائی ناگواری سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ ان لوگوں کے جانے کے فوراً بعد صبوحی بیگم انا کے کمرے میں آئی تھیں۔ انا خاموشی سے بستر کے کنارے پر دونوں ہاتھ گود میں رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔ صبوحی کو دیکھ کر سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔
"یہ حماد یہاں کیا لینے آیا تھا؟" اتنے دنوں بعد وہ اس سے مخاطب تھیں۔ انا نے ایک گہرا سانس لیا۔
"آپ اس سے پوچھ لیتیں؟"

''سر جھکا کر کہا تھا صبوحی نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

''یہ سب کیا ہے انا؟ کیوں کر رہی ہو تم ایسا، اپنے ماموں کی حالت دیکھی ہے، کیا تمہیں ہم پر ذرا بھی ترس نہیں آتا؟'' انہوں نے بے چارگی و تلخی سے کہا۔

''میں نے کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی، رہ گئے ماموں اور ان کی طبیعت اب ان کے متعلق میں کیا کہہ سکتی ہوں۔''

''دیکھو انا ہم بہن بھائی کا برسوں کا ساتھ ہے اب اگر تم انکار کرو گی تو رشتوں میں دراڑ آجائے گی بھائی صاحب کی طبیعت کا دیکھو تمہارا ذرا سا انکار سن کر وہ بستر سے جا لگے ہیں اور اگر خدانخواستہ انہیں کچھ ہو گیا تو؟'' انا نے لب دانتوں تلے دبا لیے تھے۔

''تمہارے بابا تم سے اس قدر ناراض ہیں کہ وہ تم سے بات تک نہیں کرنا چاہتے اور احسن اسے میں نے سمجھا بجھا کر بٹھا رکھا ہے ورنہ وہ فوراً حماد سے بات کرنا چاہتا ہے۔ دیکھو ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا تم سب بھول جاؤ ہم بھی دوبارہ نہیں دہرائیں گے۔ تم بس حماد کو منع کر دو اور یہ بھی کہ وہ ہمارے ہاں دوبارہ مت آئے۔''

''اپنی مرضی سے شادی کرنا تو ہر انسان کا حق ہے میں اگر ولید کی جگہ اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں تو اس میں غلط کیا ہے۔'' وہ ابھی تک اسی مقام پر تھی۔ صبوحی نے انتہائی بے بسی سے اسے دیکھا۔

''وہ کسی بھی لحاظ سے ولید کے مقابل نہیں تم سمجھ کیوں نہیں رہی۔''

''ٹھیک ہے میں مان لیتی ہوں وہ ولید کے مقابل نہیں لیکن یہ طے ہے کہ میں شادی پھر بھی آپ کے بھتیجے سے نہیں کروں گی ہاں ولید کے علاوہ کسی کا بھی نام لیں گی میں تیار ہوں۔'' انداز سنجیدہ اور فیصلہ کن تھا صبوحی حیرت سے گنگ رہ گئی تھیں یعنی یہاں مسئلہ حماد کا نہیں ولید کی ذات سے تھا۔ وہ الجھ گئی تھیں۔

نجانے کیوں ایک پل کے لیے انہیں محسوس ہوا کہ انا کو مسئلہ ولید سے ہے نہ کہ حماد سے شادی کرنے میں دلچسپی۔

''کیوں، کیا کمی ہے ولید میں؟''

''ان میں ہر چیز کی کچھ زیادہ ہی فراوانی ہے کمی تو مجھ میں ہے، بہرحال مجھے ان کی ذات یا کسی کمی بیشی سے کوئی لینا دینا نہیں اصل بات تو یہ ہے کہ میں حماد سے شادی کرنا چاہتی ہوں آگے آپ کو جو مناسب لگے۔''

''لیکن انا؟'' انہوں نے کچھ کہنا چاہا لیکن انا نے بات کاٹ دی۔

''پلیز ماما آپ کو لگتا ہے میں غلط ہوں یا میں غلط کر سکتی ہوں۔'' صبوحی خاموش ہو گئی تھیں۔

''آپ نے مجھے ہر طرح کی آزادی دی میں نے ہمیں آپ کی عزت اور اپنے وقار کا خیال رکھا پھر میں کچھ غلط کیسے کر سکتی ہوں میرا قصور صرف یہ ہے کہ میں نے حماد کے حق میں رائے دی ہے اور ولید سے انکار کیا ہے اگر آپ کو میرا یہ قصور نہایت ناقابل معافی لگتا ہے تو پھر مجھے سزا دیں اس طرح میرا بائیکاٹ کیوں کر رہے ہیں سب، زبردستی تو رشتے جوڑے جا سکتے ہیں مگر دل نہیں اور یہی سمجھ لیں میرا دل ولید کے ساتھ کبھی بھی نہیں جڑ سکتا۔'' اس کا انداز حتمی اور فیصلہ کن تھا۔ صبوحی نے بہت بے بسی سے اسے دیکھا۔ انہیں لگ رہا تھا کہ جیسے انا کے سامنے وہ بالکل بے بس ہو چکی ہیں انہوں نے نہایت تکلیف سے اسے دیکھا جو اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی۔



حیات علی گاؤں واپس آچکے تھے لیکن انہیں لگتا تھا کہ ان کا دل وہیں ٹوٹی پھوٹی دیواروں والے گھر میں ہی

اٹک گیا ہے۔ وہ بہت پریشان تھے وہ تین بیٹیوں اور دو بیٹوں کے باپ تھے بھلے اپنی عمر کے لڑکوں کے مقابل بہت جلد پانچ بچوں کے باپ بن چکے تھے لیکن دل ابھی بھی کم عمری کی لپیٹ میں تھا وہ کوئی دل پھینک یا عاشق مزاج انسان نہ تھے۔ جس عمر میں لڑکے مختلف کھیل تماشے اور ہنگامے کرتے ہیں انہوں نے اپنی وہ عمر بھی انتہائی سنجیدگی سے اپنی تعلیم مکمل کرنے میں گزار دی تھی۔

والدین کی اکلوتی اولاد ہر طرف سے پیسے کی فراوانی لیکن سراج صاحب نے ان پر ایسی کڑی نگاہ رکھی تھی کہ کبھی بھٹکنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ وہ کئی دن تک اس پسماندہ سے گھر میں موجود اس دلکش سی لڑکی زینن کو بھلانے کی کوشش کرتے رہے تھے لیکن نجانے کیا بات تھی وہ لڑکی ان کے دل و دماغ میں بس کر رہ گئی تھی۔

انہوں نے سوچا وہ اب کبھی بھی شہر نہیں جائیں گے۔ کچھ دن گزرے اور وہ سنبھل گئے ان کی بیوی، خوب صورت دل موہ لینے والی بچے دولت کی فراوانی کسی چیز کی کمی نہ تھی بلکہ اب تو سراج دین صاحب کے بہت سے کام خود بخود حیات علی کے ذمے آ گئے تھے۔ ان کا ذمہ دارانہ انداز دیکھتے سراج دین صاحب اب ان پر خصوصی طور پر اعتماد کرتے تھے۔

اس دن کوئی تین ماہ بعد کسی کام سے انہیں پھر سے شہر جانا پڑ گیا تھا چار پانچ دن کا قیام تھا شہر میں ان کا ذاتی گھر تھا ان کا کام دو دن میں مکمل ہو چکا تھا۔ وہ واپسی کی تیاری کر رہے تھے جب ان کے دل میں صفدر سے ملنے اور اس کے گھر جانے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ انہوں نے ملازم کو گاڑی تیار کرنے کو کہا۔

وہ صفدر کے گھر چلے آئے تھے۔ کافی سارے پھل اور دیگر لوازمات ساتھ میں تھے۔ گاڑی گھر کے سامنے رکی تو ملازم نے دروازہ کھول دیا تھا۔ حیات علی دروازے کی طرف بڑھے تھے لیکن کھلے دروازے سے چھوٹے سے گھر کے اندر ہونے والی اونچی اونچی آوازوں کی بازگشت باہر تک سنائی دے رہی تھی۔

''میرا دماغ مت کھا صفدر، اس نشے اور جوئے کی لت نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ مال دولت رشتے دار ہر چیز ساتھ چھوڑ چکی ہے پھر بھی تجھے عقل نہیں آئی۔'' آواز ایسی تھی کہ چوہدری حیات علی وہیں رک گئے تھے۔

ملازم فروٹس کے شاپر سارا سامان لیے پیچھے کھڑا تھا یہ بخشو ان کا خاص ملازم تھا ہر وقت حیات علی کے ساتھ رہتا تھا۔

''میرے ساتھ زیادہ بک بک نہ کیا کر جو کہا ہے وہ کر ورنہ جان سے مار دوں گا میں۔'' دوسری طرف صفدر اونچی آواز میں چلایا اور شاید اس نے کسی پر ہاتھ بھی اٹھایا تھا۔

''مہر النساء کے ساتھ جو تو نے کیا میں ابھی تک دل پر ہاتھ رکھ کر صبر کر رہی ہوں اب زینن کو تباہ نہیں ہونے دوں گی۔ بھلے تو جان سے ہی مار دے مجھے کوئی پروا نہیں۔'' روتی آواز میں کہا گیا تھا۔

''میں شام کو گھر آؤں گا وہ لوگ میرے ساتھ ہوں گے تو زینن کو تیار کر دینا خبردار اب زیادہ بک بک کی تو۔'' صفدر کہتا ہوا باہر کے دروازے کی طرف بڑھا لیکن کھلے دروازے میں کھڑے دو نفوس کو دیکھ کر ٹھٹکا۔

''ارے چوہدری صاحب آپ؟'' وہ پہچانا تو اس کی باچھیں کھل گئی۔

''آئیں نا باہر کیوں کھڑے ہیں آپ اندر آئیں چوہدری صاحب آئیں نا۔'' وہ ایک دم بچھ بچھ جا رہا تھا۔

پہلی ملاقات میں چوہدری صاحب اسے جو رقم دے چکے تھے وہ ایسی معقول تھی کہ وہ ان کے سامنے قدموں میں بھی بچھ جاتا تو کم تھا۔ چوہدری حیات علی اندر گئے تھے وہی پرانے والے مخصوص کمرے میں صفدر نے انہیں لا بٹھایا تھا۔

ملازم بھی اندر آ کر پھل اور دیگر سازو سامان رکھ گیا تھا۔ ملازم واپس چلا گیا تو حیات علی نے صفدر کو بغور دیکھا۔

''تم ٹھیک ہو؟''

''آپ کی دعائیں ہیں چوہدری صاحب۔'' ساتھ والے کمرے سے عورتوں کے بولنے اور رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ صفدر شرمندہ ہو رہا تھا۔

''آپ بیٹھیں چوہدری صاحب میں آتا ہوں۔'' وہ کہہ کر ساتھ والے کمرے میں چلا گیا تھا۔

''چوہدری حیات علی آئے ہیں آہستہ بول۔'' دوسرے کمرے سے صفدر کی دھیمی آواز حیات علی کے کانوں میں پڑی تھی۔

''کیوں بولوں آہستہ روز تو کسی نہ کسی کو اٹھا کر لے آتا ہے برباد کر کے رکھ دیا ہے تو نے ہمیں اپنے نشے اور جوئے کے علاوہ تجھے کسی اور کی خبر ہی نہیں۔'' عورت کی آواز خاصی بلند تھی۔

''چپ کر جا ورنہ دلنے ہاتھ کاٹ دوں گا تیرے منہ پر۔'' صفدر کی غراہٹ واضح تھی۔

''چل زبین اٹھ جا کر چوہدری صاحب کے لیے چائے بنا۔'' زبین کے نام پر چوہدری حیات علی کی ساری حسیات ایک دم جاگ اٹھی تھیں۔ اتنے ماہ گزر جانے کے باوجود وہ اس لڑکی کا صاف شفاف کم سن حسن نہیں بھول پائے تھے۔

دوشیزگی اور خوب صورتی کی تمام تر رعنائیوں سے سجا وہ پیکر ایسا تھا کہ جس نے مہینوں ان کے ذہن کو اپنے سحر میں جکڑ رکھا تھا۔ صفدر واپس کمرے میں آ گیا تھا۔ چوہدری حیات علی ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے وہ عاجزی کے ساتھ ان کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

''آپ نے ہمارے گھر میں قدم رکھ کر ہماری قسمت جگا دی ہے یہ سب لانے کی کیا ضرورت تھی چوہدری صاحب میں تو سمجھا تھا کہ آپ مجھ غریب کو بھول بھال گئے ہوں گے۔'' خوشامدی لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔ حیات علی ہلکا سا مسکرایا تھا۔

''تم سناؤ تمہاری چوٹیں کیسی ہیں؟'' حیات علی کے لہجے میں تمکنت اور خاندانی وقار کی جھلک تھی۔

صفدر خود بخود ہی متاثر ہو رہا تھا۔

''آپ کی دعائیں ہیں صاحب۔''

''تم نشہ کرتے ہو؟'' ویسے تو انہیں پہلی ملاقات میں ہی علم ہو چکا تھا لیکن آج صفدر کا اپنی بیوی اور بیٹی سے رویہ دیکھ کر انہوں نے پوچھ لیا تھا۔

''بس صاحب۔'' وہ سر جھکا کر شرمندہ ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

''اپنی صحت دیکھو، گھر کے حالات دیکھو، کیوں کرتے ہو تم نشہ؟''

''بس صاحب پرانی عادت ہے بڑی کوشش کی لیکن چھوٹتی ہی نہیں۔''

''بڑے افسوس کی بات ہے، کیا کام کرتے ہو؟'' چوہدری حیات علی نے اگلا سوال کیا۔

''بس صاحب کوئی بھی محنت مزدوری والا کام مل جائے تو کر لیتا ہوں۔ کبھی دیہاڑی لگ جاتی ہے اور کبھی ہفتوں فاقوں میں گزر جاتے ہیں۔''

''ابھی تمہاری اور تمہاری بیوی کی باتیں سن رہا تھا جوا بھی کھیلتے ہو تم؟'' حیات علی نے پوچھا تو وہ شرمندگی کا

مظاہرہ کرتے سر جھکا گیا تھا۔

"کتنے بچے ہیں تمہارے؟" اگلا سوال کیا۔

"دو بیٹیاں ہیں جی بس ایک بیٹی کی شادی کردی ہے دوسری کا رشتہ دیکھا ہے۔" زبین کے ذکر پر حیات علی کے حواس فوراً بیدار ہوئے تھے۔

"پڑھی لکھی ہے تمہاری بیٹی کیا؟"

"جی صاحب شروع میں ہمارے حالات بہت اچھے تھے لیکن پھر غربت اور بدبختی نے گھر کا رستہ دیکھ لیا۔"

"وہ تو دیکھنا ہی تھا جب نشے اور جوئے جیسی لت لگ جائے تو پھر بچتا ہی کیا ہے؟" تبھی ساتھ والے کمرے سے صفدر کی بیوی باہر نکلی تھی۔

ستا ہوا چہرہ، بکھرے بال، روتی آنکھیں، وہ چوہدری حیات کو دیکھ کر رک گئی تھی۔

"السلام علیکم!" چوہدری حیات علی نے کھڑے ہوکر سلام کیا تو اس نے محض سر ہلایا تھا۔

"دیکھ زبین نے چائے بنالی ہے تو لے آ۔" صفدر نے کہا تو وہ چہرے پر سنجیدگی لیے چلی گئی تھی۔

چوہدری حیات علی نے اسے پرسوچ نظروں سے جاتے دیکھا تھا۔

"تمہارا اپنی بیوی سے کس بات پر جھگڑا ہوا ہے؟"

"بس ویسے ہی دماغ خراب ہے اس عورت کا ہر بات پر "چیں، چیں" کرتی ہے مجال ہے جو کبھی کوئی بات سن لے آرام سے۔" لہجے میں تلخی تھی۔

چوہدری حیات نے خاموشی سے دیکھا تبھی ٹرے میں چائے کے کپ رکھے صفدر کی بیوی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ ایک چھوٹی سی ٹوٹی پھوٹی تپائی کے اوپر ٹرے رکھ دی تھی۔

"چوہدری صاحب آپ کسی اچھے گھرانے کے لگتے ہیں آپ اس کو سمجھائیں، اس طرح اولاد کو تباہ مت کرے۔" ٹرے رکھ کر صفدر کی بیوی نے روتے ہوئے کہا تو حیات علی نے چونک کر اسے دیکھا جبکہ صفدر کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"زیادہ بک بک نہ کر دفع ہوجا یہاں سے۔" وہ فوراً اپنی بیوی کو جھڑک کر بولا۔

"تم کیسے بات کررہے ہو، بیوی ہے تمہاری۔" حیات علی کو ناگوار گزرا تو اسے ٹوک دیا۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے اپنی بیوی کو دیکھا۔

"میں ان کے بھلے کے لیے ہی یہ سب کررہا ہوں۔" "خالی ہاتھ ہوں میں، کون بیاہنے آئے گا اس کی بیٹی کو۔" تلخی سے کہہ کر اس نے بیوی کو گھورا۔

"اس کے نشے اور جوئے کی لت نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ اچھا بھلا خاندان اور گھر تھا اس کی حرکتوں کی وجہ سے خاندان نے ہمیں چھوڑ دیا۔ جوئے میں گھر ہار دیا۔ یہ ٹوٹے پھوٹے کرائے کے مکان میں لا بٹھایا بڑی بیٹی کو ایک بوڑھے سیٹھ سے بیاہ دیا۔ جس کا قرض دینا تھا اس نے اور اب میری چھوٹی بیٹی اس کے لیے یہ رشتہ لایا ہے ایک جواری زمانے بھر کے آوارہ اور بدمعاش کا۔ کہتا ہے جوئے میں رقم ہارا ہے اب رقم نہیں دے گا تو وہ اسے ماردے گا۔ جواباً یہ اس سے میری بیٹی کی شادی کرے گا۔ میری معصوم اور بھولی بھالی سی بیٹی وہ تو جیتے جی مر جائے گی سال کے گیارہ ماہ وہ شخص جیل میں گزارتا ہے لیکن یہ نہیں مانتا۔" صفدر کی بیوی روتے ہوئے سب کچھ بتاتے اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گئی تھی۔

چوہدری حیات کے سامنے ایک دم روشنیاں بکھیرتا وجود آٹھہرا تھا۔ انہوں نے تاسف سے صفدر کو دیکھا۔ وہ نظریں چرانے لگا تھا۔

"چوہدری صاحب اگر اسے ایک دو دن میں رقم نہ دی تو وہ مجھے مار دے گا۔"

"اور تم اپنی جان بچانے کے لیے اپنی بیٹی کو مار ڈالو گے؟" چوہدری حیات علی نے تاسف سے پوچھا۔

"وہ شادی کر کے اپنے گھر میں رکھے گا۔ وعدہ کیا ہے اس نے مجھ سے کہ شہزادیوں کی طرح وہ میری بیٹی کو رکھے گا۔" اس نے کہا۔

"جس کو شہزادیوں کی طرح یہ جواری نہیں رکھ سکا وہ بدمعاش کیسے رکھے گا۔" صفدر کی بیوی نے روتے ہوئے کہا۔

"کتنی رقم دینی ہے تمہیں؟" صفدر سے پوچھا تو اس کی آنکھوں کی چمک ایک دم بڑھی تھی۔

"صاحب پچاس ہزار۔" سر جھکا کر ندامت سے کہا۔

"پچاس ہزار۔" ایک بہت بڑی رقم تھی۔

"صاحب میں اپنی ساری زندگی بھی لگا دوں اپنا آپ بھی بیچ دوں تو بھی اتنی بڑی رقم نہیں بنا سکتا۔"

"تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ تم بیٹی کو بیچ دو گے۔"

"بیچ کب رہا ہوں شادی کروں گا۔" وہ فوراً کہنے لگا۔ چائے پڑے پڑے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

"اتنی بڑی رقم کیسے بن گئی کیا جوا لگایا تھا تم نے؟" اس نے سر جھکا کر سر ہلایا تھا۔

"کچھ قرضہ لیا تھا اور کچھ جوئے کی رقم ہے۔"

"تمہاری غیرت گوارا کرے گی کہ تمہاری بیٹی جوئے میں دے دی جائے۔"

"اس میں غیرت ہوتی تو پہلی بیٹی ہی کیوں بیچتا۔ میری شہزادیوں جیسی بیٹی نوکروں کی سی زندگی گزارتی ہے وہ بوڑھا سیٹھ اسے عورتوں کی کمی تھوڑی ہے بس دل بہلانے کو میری بیٹی پر ظلم توڑتا ہے اور اب دوسری کو بھی اس جہنم میں دھکیل رہا ہے۔" صفدر کی بیوی رو رو کر کہہ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے اس وقت میرے پاس اتنی رقم نہیں۔ گاؤں واپس جا رہا ہوں ایک دو دن میں چکر لگاؤں گا تب تک تم انتظار کرنا تم اس شخص کو سمجھا بجھا لینا میں رقم دے دوں گا۔" صفدر کی بیوی کی گریہ وزاری پر حیات علی کا دل فوراً نرم پڑ گیا تھا۔

"اللہ آپ کا بھلا کرے گا صاحب ہم پر یہ ایک بہت بڑی نیکی ہوگی۔ میں بہت دعائیں دوں گی آپ کو۔" صفدر کی بیوی ایک دم ہاتھ جوڑ کر رو دی تھی۔



ولید آفس میں تھا جب وہ اس کے آفس میں آئی تھی۔

"کیسے ہو ولید؟" کافی دن بعد سامنا ہوا تھا سو انداز بھی بدلا ہوا تھا۔ ولید نے محض سر ہلایا تھا۔

"بیٹھنے کو نہیں کہو گے؟" وہ سامنے کھڑی تھی۔

اگرچہ پچھلے دنوں میں ان دونوں کے درمیان بہت ساری تلخ کلامیاں نہ ہو چکی ہوتیں تو شاید وہ اس کی آمد پر کسی ری ایکشن کا مظاہرہ ضرور کرتا۔

"بیٹھو۔" وہ سامنے بیٹھ گئی تھی۔

''کیسے ہو؟'' اس نے محبت سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو ولید کے اندر شدید اشتعال کی لہر اٹھی تھی۔
''جو کہنا ہے وہ کہو؟'' انداز دوٹوک اور سرد مہر تھا۔ وہ مسکرائی۔
''محبت کرنے والوں کی اس طرح توہین نہیں کرتے ولید ضیاء احمد ورنہ محبت بہت خوار کرتی ہے مجھے دھتکارو گے تو کیا خود خوش رہو گے۔''
''اگر تم نے یہی بکواس کرنی ہے تو گیٹ لاسٹ۔'' وہ سخت اپ سیٹ تھا۔ اب اسے سامنے دیکھ کر غصہ ایک دم بڑھ گیا تھا۔
اس لڑکی کی وجہ سے انا اس حد تک جارہی تھی ورنہ شاید حالات کچھ مختلف ہوتے۔ انا اتنی بے حس اور بے وقوف تو نہ تھی جو اس لڑکی کو لے کر اپنا آپ تباہ کر لیتی۔ لیکن اب یہ سب ہو رہا تھا۔
''محبت کا جواب نفرت سے نہیں دیتے ولید ضیاء، تمہارے در پر سوالی بن کر آئی ہوں ایک بار پھر۔''
''تم ساری عمر بھکاریوں کی طرح بھی بیٹھی رہو گی تو بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں نے محض تم سے دوستی کی تھی اور انا وقار سے میری بات طے ہے اور میں بار بار فیصلہ بدلنے والا انسان نہیں ہوں۔'' لہجے میں مضبوطی اور سختی تھی۔ کاشفہ ایک دم ہنسی۔
''انا وقار۔'' ولید نے تنگی سے دیکھ کر لب بھینچ لیے۔
''جانتی ہوں انا وقار کی حیثیت بھی اور اس کی عقل مندی بھی۔ قبول تو تم مجھے ہی کرو گے ولید ضیاء جتنا بھی انکار کرلو، بس یہ انا کسی کنارے لگ جائے ذرا۔'' ہنس کر کہتی کر وہ کھڑی ہوئی تھی۔ ولید ضیاء نے بہت تلخی سے دیکھا تھا۔
''چلتی ہوں پھر آؤں گی تمہیں انا وقار کی شادی کی مبارک باد دینے۔'' مسکرا کر کہہ کر وہ چلی گئی اور ولید ششدر سا رہ گیا تھا۔
یہ بات ابھی صرف ان کے گھر کے افراد کے درمیان تھی پھر بھلا کاشفہ جیسی لڑکی کو کیسے معلوم ہوگئی تھی۔ وہ حیرت زدہ تھا۔
''تو کیا کاشفہ اور انا کا آپس میں کوئی رابطہ ہے؟'' ولید کے ذہن میں یہ سوال ایک دم ابھرا اور پھر وہ اس سوال کے ہر پہلو کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ وہ جیسے جیسے سوچتا جارہا تھا توں توں الجھتا جارہا تھا۔
ایک دم ہاتھ میں تھامے قلم کو ٹیبل پر پھینک کر اس نے سر ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔



شہوار کچن میں کھڑی اپنے لیے چائے بنارہی تھی دریہ اندر داخل ہوئی تو شہوار نے پلٹ کر دیکھا اور پھر توجہ دیے بغیر چائے کی طرف متوجہ ہوگئی۔
''ایک کپ مجھے بھی چائے دے دینا۔'' اس نے نخوت سے آرڈر دیا تو شہوار نے ناگواری سے اسے دیکھا۔
''تم تو کافی پینے والی لڑکی ہو، چائے کا کیا کرو گی۔''
''میں کافی پیئوں یا چائے جو کہا ہے وہ کرو۔'' انداز میں کافی غرور اور تکبر تھا۔
''میں تمہاری ملازمہ نہیں ہوں جو تم مجھ سے اس لہجے میں بات کرو، باہر ملازم بہت ہیں کسی سے بھی بنوا کر پی سکتی ہو۔'' شہوار دریہ کے اس انداز پر ایک دم سلگ اٹھی تھی۔
''ملازمہ کی بیٹی سے مالک اگر شادی کرلے تو بھی اس کی حیثیت اور اوقات نہیں بدل جاتی۔ تمسخر میں تاثر کا

صباء الیاس

تمام قارئین آنچل کے خوب صورت بلبلوں کو السلام علیکم! امید ہے سب اپنی اپنی زندگی کو انجوائے کر رہی ہوں گی۔ میرا نام صباء الیاس ہے یکم جولائی کو ماہنڈر جیسے خوب صورت گاؤں میں پیدا ہوئی میرا اسٹار سرطان ہے اور اس پر یقین رکھتی ہوں ہم سات بہن بھائی ہیں چار بھائی اور تین بہنیں۔ سب سے بڑی بابرہ باجی ان کے بعد دو بھائی پھر میں پھر دو بھائی ان کے بعد چھوٹی بہن حلیمہ سعدیہ۔ خوبیوں اور خامیوں کی بات کی جائے تو خوبیاں تو نام ہی کی ہیں اور خامیاں بے شمار۔ دوسروں پر اعتبار بہت جلدی کر لیتی ہوں رونا بہت آتا ہے دوسروں کو اداس نہیں دیکھ سکتی۔ ایف ایم شوق سے سنتی ہوں۔ کرکٹ کی دیوانی ہوں محمد حفیظ اور فواد عالم میرے بیسٹ پلیئر ہیں۔ سب سے قریبی دوست سونیا اور صائقہ جن سے میں ہر بات شیئر کر لیتی ہوں ویسے تو امی بھی بہت اچھی دوست ہیں اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

پیوند لگا بھی لو اس کا نام ٹاٹ ہی رہے گا مخمل نہیں بن جائے گا۔'' الفاظ ایسے تھے کہ شہوار کو لگا اس کے اندر گویا کسی نے آتش فشاں بھر دیا ہو۔

''شٹ اپ، میں جو بھی ہوں کم از کم تمہاری طرح کردار کی ہلکی نہیں ہوں شرم آنی چاہیے تمہیں، میں ماں جی سے بات کروں گی۔''

''ہاہاہا۔'' دریہ بے اختیار ہنسی تھی۔

''بصد شوق۔''

''ان جیسے سیدھے سادھے لوگوں کو ورغلا کر مطلب نکلوا لینے والی تمہاری ماں حویلی سے کب کی بھاگ چکی ہے بے چارے یہ لوگ پردہ ڈالتے پھر رہے ہیں بڑا شوق ہے، تمہیں خاندانی بننے کا پہلے اپنے خاندان کا پتا تو لگا لو پھر کسی اور پر چلانے کی جرأت بھی کر لینا۔'' دریہ کے الفاظ پر شہوار ششدر رہ گئی تھی۔

تابندہ بی حویلی چھوڑ کر چلی گئی تھیں اور یہ بات سب نے پوشیدہ رکھی تھی لیکن دریہ شہوار پر طنز کر رہی تھی صاف پتا چل رہا تھا کہ یہ بات اب اتنی بھی چھپی ہوئی نہیں رہی تھی۔ شہوار چائے کا چولہا بند کر کے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

''سنو۔'' شہوار رک گئی تھی۔

''تمہاری ماں نجانے کہاں سے بھاگ کر یہاں آئی تھی اور حویلی میں آ کر اپنا مطلب پورا کرنے والی اب نجانے کہاں بھاگ گئی ہے تمہارا بھی جب بھاگنے کا ارادہ ہو مجھے ضرور بتانا میں تمہارا ساتھ ضرور دوں گی۔'' الفاظ ایسے تھے گویا بھالے سیدھے دل میں پیوست ہو گئے تھے۔

شہوار جو اس معاملے میں پہلے ہی احساس کمتری میں مبتلا تھی ایک دم کچن سے بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ وہ اذیت سے کمرے میں ٹہلنے لگی۔

اس کی طبیعت کچھ گری گری سی ہو رہی تھی وہ کالج بھی نہیں جا سکی تھی۔ اس نے کافی سارا وقت بابا صاحب کے پاس گزارا تھا اور موڈ چائے بنا کر پینے کا تھا لیکن دریہ کی آمد نے اس قدر ہرٹ کیا تھا کہ اس کا وجود اذیت کی بھٹی میں جلنے لگا تھا وہ خاموشی سے بستر پر لیٹ گئی تھی۔ تابندہ بوا کی یاد آئی تو آنکھوں میں ایک دم جھڑی سی لگ گئی تھی۔

وہ سب کچھ بھلا کر خوش رہنا سیکھ چکی تھی۔ وہ مصطفیٰ کے ساتھ زندگی گزارنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھی کہ اپنا احساس کمتری سامنے نہ آنے دے۔

یہ اس کی زندگی کا سب سے تاریک پہلو تھا وہ بھلا کیسے اس سے بچ سکتی تھی۔ وہ بستر پر لیٹ کر تکیہ میں منہ چھپا کر سسکنے لگی تھی۔ آج ایک دم تابندہ بوا بڑی شدت سے یاد آئی تھیں۔ نجانے وہ کہاں تھیں اور کن حالات میں تھیں۔ اس کا دل کسی ننھے بچے کی طرح ہمک ہمک کران کے پاس جانے کو مچلنے لگا تھا۔



وہ عصر کے وقت اٹھی تو طبیعت میں عجیب سی کسلمندی تھی۔ وہ واش روم میں گھسی تو اپنا سر چکراتا سا محسوس ہوا اسے منہ بھر کر قے آئی تھی۔ اس کی طبیعت مزید گری گری سی رہنے لگی تھی وہ منہ ہاتھ دھو کر واش روم سے نکلی تو بھابی کو روم میں دیکھ کر ٹھٹکی۔

"کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ اس کے نڈھال سے انداز کو دیکھ کر چونکیں۔ لائبہ فوراً قریب آئی تھیں۔ انہوں نے بازو پکڑ کر پوچھا۔ شہوار نے مسکرا کر سر ہلانے کی کوشش کی۔ بھابی نے بغور دیکھا۔

"سچ سچ بتاؤ آج کالج بھی نہیں گئی کیا بات ہے؟" وہ تاول سے منہ صاف کر کے بستر کے کنارے آ ٹکی۔

"کہیں کوئی خوش خبری تو نہیں؟" انہوں نے پوچھا تو وہ جھینپ سی گئی۔

"میں سوچ رہی ہوں چیک اپ کرالوں۔" کچھ جھجکتے اس نے کہا تو بھابی کا چہرہ ایک دم کھل اٹھا۔

"ارے... " وہ ہنس دی تھیں فوراً اس کے پاس بیٹھی تھیں۔

"مصطفیٰ اور ماں جی کو علم ہے؟" ایک دم پر جوش ہوتے پوچھا تو اس نے جھینپ کر نفی میں سر ہلایا۔

"کب سے طبیعت ایسی؟" خالص عورتوں والا سوال تھا۔

"چند دن سے ہے میں نے توجہ ہی نہ دی کہ شاید تھکن وغیرہ کا اثر ہے۔"

"لو جی مستقبل کی ڈاکٹر کا اپنے بارے میں یہ حال ہے۔" بھابی نے مذاق اڑایا وہ مسکرا دی۔

"ابھی ڈاکٹر بن رہی ہوں بنی تو نہیں۔" بھابی کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔

"آپ کی اسپیشلسٹ کے پاس چلتے ہیں پہلے شیور کرلوں۔" اس نے کہا تو لائبہ نے سر ہلایا تھا۔

"ماں جی کو بتاتی ہوں ذرا، وہ تو سن کر ہی خوش ہو جائیں گی۔" وہ ہنس دیں۔

"ابھی رہنے دیں پہلے مجھے شیور کر لینے دیں پھر بتا دیجیے گا۔"

"او کے تم چینج کرلو میں ماں جی سے اپنے چیک اپ کا کہہ کر اجازت لے کر آتی ہوں پھر چلتے ہیں۔" وہ کہہ کر چلی گئی تھی۔

شہوار سونے سے پہلے از حد رنجیدہ اور دکھی ہو رہی تھی مگر اس وقت ایک نئے احساس سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ لب خود بخود ہی مسکرا اٹھے تھے۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

